الرسالہ
Al-Risāla

February 2002 • No. 303 • Rs. 10

زندگی ایک سفر ہے
مگر اکثر لوگ
زندگی کو منزل سمجھ لیتے ہیں۔

عصری اسلوب میں اسلامی لٹریچر، مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

تذکیرالقرآن (مکمل)	400.00	اسلام: ایک عظیم جدوجہد	5.00	دین انسانیت	60.00
مطالعۂ سیرت	60.00	تاریخ دعوت حق	5.00	فکر اسلامی	50.00
اسباق تاریخ	85.00	مطالعہ سیرت (کتابچہ)	12.00	شتم رسول کا مسئلہ	50.00
تعمیر حیات	60.00	ڈائری (جلد اول)	80.00	طلاق اسلام میں	5.00
تعمیر انسانیت	50.00	کتاب زندگی	65.00	مضامین اسلام	60.00
سفرنامہ (غیرملکی اسفار، جلد اول)	95.00	اقوالِ حکمت	25.00	حیات طیبہ	7.00
سفرنامہ غیرملکی اسفار، جلد دوم	125.00	تعمیر کی طرف	10.00	باغ جنت	7.00
اسلام: ایک تعارف	80.00	تبلیغی تحریک	20.00	نار جہنم	7.00
اللہ اکبر	60.00	تجدید دین	25.00	سچا راستہ	8.00
پیغمبر انقلاب	50.00	عقلیاتِ اسلام	35.00	دینی تعلیم	7.00
مذہب اور جدید چیلنج	65.00	قرآن کا مطلوب انسان	25.00	خلیج ڈائری	10.00
عظمت قرآن	35.00	دین کیا ہے؟	7.00	رہنمائے حیات	7.00
عظمت اسلام	60.00	اسلام دین فطرت	25.00	تعدد ازواج	7.00
عظمت صحابہ	7.00	تعمیر ملت	7.00	ہندستانی مسلمان	60.00
دین کامل	80.00	تاریخ کا سبق	7.00	روشن مستقبل	7.00
الاسلام	45.00	فسادات کا مسئلہ	5.00	صوم رمضان	7.00
ظہور اسلام	50.00	انسان اپنے آپ کو پہچان	5.00	اسلام کا تعارف	5.00
اسلامی زندگی	40.00	تعارف اسلام	5.00	علماء اور دور جدید	20.00
احیاء اسلام	35.00	اسلام پندرہویں صدی میں	5.00	سفرنامہ اسپین و فلسطین	60.00
راز حیات	65.00	راہیں بند	12.00	مارکسزم: تاریخ جس کو رد کر چکی ہے	12.00
صراطِ مستقیم	40.00	ایمانی طاقت	7.00	سوشلزم ایک غیر اسلامی نظریہ	10.00
خاتونِ اسلام	60.00	اتحاد ملت	7.00	یکساں سول کوڈ	5.00
سوشلزم اور اسلام	50.00	سبق آموز واقعات	7.00	اسلام کیا ہے؟	8.00
اسلام اور عصر حاضر	30.00	زلزلہ قیامت	10.00	میوات کا سفر	35.00
الربانیۃ	40.00	حقیقت کی تلاش	12.00	قیادت نامہ	35.00
کاروانِ ملت	45.00	پیغمبر اسلام	5.00	منزل کی طرف	5.00
حقیقت حج	30.00	آخری سفر	10.00	اسفار ہند	125.00
اسلامی تعلیمات	35.00	اسلامی دعوت	7.00	ڈائری ۹۰-۱۹۸۹	100.00
اسلام دور جدید کا خالق	25.00	حل یہاں ہے	10.00	قال اللہ و قال الرسول	70.00
حدیث رسول	40.00	امہات المومنین	25.00	ڈائری ۹۲-۱۹۹۱	90.00
راہ عمل	25.00	تصویر ملت	85.00	مطالعۂ قرآن	80.00
تعبیر کی غلطی	80.00	دعوت اسلام	50.00	مذہب اور سائنس	40.00
دین کی سیاسی تعبیر	25.00	دعوت حق	40.00		
عظمتِ مومن	7.00	نشری تقریریں	80.00		

الرسالہ

Al-Risāla

اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والا

اسلامی مرکز کا ترجمان

زیر سرپرستی

مولانا وحید الدین خاں

صدر اسلامی مرکز

Al-Risāla

1, Nizamuddin West Market,New Delhi-110013
Tel. 435 6666, 435 1128
Fax 435 7333, 435 7980
e-mail: info@goodwordbooks.com
website: www.alrisala.org

SUBSCRIPTION RATES
Single copy Rs. 10
One year Rs. 110. Two years Rs. 200
Three years Rs. 300. Five years Rs. 480
Abroad: One year $ 10/£6 (Air mail)

DISTRIBUTED IN ENGLAND BY
IPCI: ISLAMIC VISION
434, Coventry Road, Birmingham B10 0JS
Tel. 0121-773 0137 • Fax: 0121-766 8577
e-mail: info@ipci-iv.co.uk

DISTRIBUTED IN USA BY
AL-RISALA FORUM INTERNATIONAL
5801 SW 106th Ave,
Cooper City, FL 33328 U.S.A.
Tel. (954) 4348404 • Fax (954) 4342551
e-mail: kaleem@alrisala.org

Printed and published by Saniyasnain Khan on behalf of The Islamic Centre, New Delhi. Printed at Nice Printing Press, 7/10, Parwana Road, Khureji Khas, Delhi- 110 051.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرسالہ، فروری، 2002

فہرست

صلح حدیبیہ 4

تشدد کا اسلامائیزیشن 6

افغانستان کا سبق 9

قصوروار کون 11

سوال وجواب 12

دو خط 29-31

خبر نامہ اسلامی مرکز 34

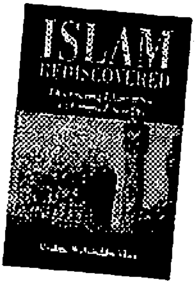

ISLAM
REDISCOVERED
Discovering Islam from its Original Sources
By
Maulana Wahiduddin Khan

Rs. 180.00
ISBN: 81-87570 40-7

Goodword
B O O K S
1, Nizamuddin West Market, New Delhi-110 013
Tel. 435 5454, 435 6666, 435 1128
Fax: 435 7333, 435 7980
e-mail: skhan@vsnl.com

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کیا ہے۔صلح حدیبیہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔جب یہ صلح ہوئی تو اس کے بعد قرآن میں یہ آیت اتری: انا فتحنا لک فتحاً مبینا ۔یعنی یہ صلح تمہارے لیے فتح کی ایک یقینی ضمانت ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنا مشن ۶۱۰ء میں شروع کیا۔آپ کا یہ مشن توحید کا مشن تھا۔اُس وقت عرب میں بہت سے مشرک لوگ رہتے تھے۔یہ لوگ آپ کے مشن کو پسند نہیں کرتے تھے۔چنانچہ یہ لوگ آپ کے سخت مخالف بن گئے۔یہاں تک کہ انہوں نے آپ کے خلاف لڑائی چھیڑ دی۔کئی سال تک لڑائی کا ماحول قائم رہا۔لڑائی کے ماحول کی بنا پر دعوت اور تعمیر کا کام معتدل طور پر جاری رکھنا ممکن نہ رہا۔

اس ناموافق ماحول کو ختم کرنے کے لیے پیغمبر اسلام نے اپنے مخالفین سے صلح کی بات چیت شروع کردی۔یہ بات چیت حدیبیہ کے مقام پر ہوئی۔وہ لوگ کڑی شرطیں پیش کرتے رہے۔دو ہفتہ کی بات چیت کے بعد پیغمبر اسلام نے یہ کیا کہ اپنے مخالفین کی پیش کی ہوئی شرطوں کو یک طرفہ طور پر مانتے ہوئے ان سے امن کا معاہدہ کرلیا اور اس طرح جنگ کی حالت کو موقوف کردیا۔اور اپنے اور مخالفین کے درمیان امن کی حالت قائم کردی۔

اس معاہدہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اسلام کو دعوت و تعمیر کے مواقع حاصل ہوگئے۔چنانچہ مثبت تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہوگیا۔اس کے بعد صرف دو سال کے اندر اسلام کو اتنا زیادہ استحکام حاصل ہوا کہ جلد ہی خون بہائے بغیر پورے عرب میں اسلام کا غلبہ قائم ہوگیا۔

صلح حدیبیہ کوئی منفرد قسم کا واقعہ نہیں، یہ فطرت کا ایک عام اصول ہے۔دوسرے لفظوں میں اس کو ایڈجسٹمنٹ کی پالیسی کہا جاسکتا ہے۔موجودہ دنیا میں کوئی فرد یا قوم تنہا نہیں ہے، بلکہ یہاں دوسرے بہت سے لوگ ہیں۔ہر ایک کا انٹرسٹ الگ الگ ہے۔اس بنا پر بار بار ایک اور دوسرے کے درمیان مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

ایسی حالت میں صرف دو ممکن صورتیں ہیں ـــــــ مسائل سے ٹکراؤ شروع کر دینا یا مسائل سے اعراض کرتے ہوئے آگے بڑھ جانا۔ پہلا طریقہ جنگ کا طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ صلح کا طریقہ۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: والصلح خیر (النساء ۱۲۸)۔ یعنی صلح کا طریقہ زیادہ مفید ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قرآنی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے صلح حدیبیہ کا معاملہ کیا جو اسلام کے لئے فاتحانہ صلح ثابت ہوئی۔

صلح یا ایڈجسٹمنٹ کا یہ طریقہ خود فطرت کا طریقہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک بہتے ہوئے چشمہ کو لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ چشمہ کے راستہ میں جب بھی کوئی پتھر آتا ہے تو وہ پتھر کو توڑنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ پتھر کے کنارے سے راستہ نکال کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جب ایک شخص سڑک پر اپنی گاڑی دوڑاتا ہے تو وہ سامنے کی طرف سے آنے والی گاڑی سے ٹکراؤ نہیں کرتا۔ وہ کنارے کی طرف مڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

اسی مصالحانہ طریقہ کا نام حدیبیہ ہے۔ حدیبیہ کے طریقہ کو ایک لفظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے ـــــــ مسائل کو نظر انداز کرو، اور مواقع کو استعمال کرو۔ یہ ایک ابدی اصول ہے جس کا تعلق پوری انسانی زندگی سے ہے۔ خاندان کا معاملہ ہو یا سماج کا معاملہ یا کوئی بین اقوامی معاملہ، ہر جگہ کامیاب زندگی کا یہی واحد اصول ہے۔ صلح حدیبیہ کا طریقہ چھوڑنے کا انجام صرف ٹکراؤ ہے اور ٹکراؤ سے کوئی مسئلہ کبھی حل نہیں ہوتا۔ صلح حدیبیہ کا طریقہ اگر زندگی ہے تو ٹکراؤ اور جنگ کا طریقہ صرف موت۔

صلح حدیبیہ کا طریقہ موجودہ دنیا میں کامیابی کا واحد طریقہ ہے۔ یہ طریقہ آدمی کو منفی سوچ سے ہٹا کر مثبت سوچ کی طرف لاتا ہے۔ وہ آدمی کو اس نقصان سے بچاتا ہے کہ وہ ٹکراؤ میں وقت ضائع کرتا رہے اور ممکن دائرہ میں موجود مواقع کو استعمال نہ کر سکے۔ صلح حدیبیہ کا طریقہ آدمی کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے ڈس ایڈوانٹج کو ایڈوانٹج میں تبدیل کر لے۔ وہ اپنے مائنس کو پلس بنا سکے۔ وہ اپنے نہیں میں ہے کا راز دریافت کر لے۔

تشدد کا اسلامائزیشن

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ پہلے انسان حضرت آدم کے بیٹے قابیل نے ایک ذاتی سبب سے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ اس کے بعد قرآن میں ارشاد ہوا ہے: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو قتل کرے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے ایک شخص کو بچایا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچالیا۔ اور ہمارے پیغمبران کے پاس کھلے ہوئے احکام لے کر آئے۔ اس کے باوجود ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں کرتے ہیں۔ (المائدہ ۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خدائی شریعت میں انسان کو قتل کرنا ہمیشہ سے ایک بدترین جرم قرار دیا گیا ہے۔ مگر انسان اپنی سرکشی کی بنا پر ہر زمانہ میں اس کی خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ تاہم اس معاملہ میں قدیم وجدید کے درمیان ایک فرق پایا جاتا ہے۔ قدیم انسان یا تو ذاتی مفاد کے لئے کسی کو قتل کرتا تھا یا انتقام کے لیے۔ اس لئے قدیم زمانہ میں قتل کا معاملہ ایک حد کے اندر رہتا تھا۔ وہ لامحدود سفاکی کے درجہ کو نہیں پہنچتا تھا۔

موجودہ زمانہ میں قتل انسان کی ایک نئی صورت ظہور میں آئی ہے۔ اس کو نظریاتی قتل کہا جاسکتا ہے۔ یعنی ایک نظریہ بنا کر لوگوں کو قتل کرنا، نظریاتی جواز (ideological justification) کے تحت انسانوں کا خون بہانا۔ مبنی بر نظریہ قتل کے اس تصور نے انسان کے لیے ممکن بنادیا کہ وہ قصوروار اور بے قصور کے فرق کو ملحوظ رکھے بغیر اندھا دھند لوگوں کو قتل کرنے، اس کے باوجود اس کے ضمیر میں کوئی خلش پیدا نہ ہو۔ کیوں کہ اپنے مفروضہ عقیدے کے مطابق وہ سمجھتا ہے کہ وہ حق کے لیے لوگوں کا قتل کررہا ہے۔

نظریاتی قتل کے اس طریقہ کو بیسویں صدی کے نصف اول میں کمیونسٹوں نے ایجاد کیا۔ یہ لوگ کمیونزم کے فلسفہ جدلیاتی مادیت (dialectical materialism) میں عقیدہ رکھتے تھے۔ اس عقیدہ کے مطابق، انقلاب صرف اس طرح آسکتا تھا کہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کو متشددانہ طور پر مٹا

دے۔اس عقیدے کے تحت ان لوگوں نے مختلف ملکوں میں پچاس ملین سے زیادہ انسانوں کوموت کے گھاٹ اتار دیا۔

نظریاتی قتل کی دوسری زیادہ بھیانک مثال وہ ہے جو مسلم دنیا میں ظہور میں آئی۔بیسویں صدی کے نصف اول میں اس انتہا پسندانہ نظریہ کوفروغ حاصل ہوا۔اس نظریہ کو وضع کرنے اور پھیلانے میں موجودہ زمانہ کی دو مسلم جماعتیں خاص طور پر ذمہ دار ہیں ——— عرب دنیا میں الاخوان المسلمون، اور غیر عرب دنیا میں جماعت اسلامی۔

الاخوان المسلمون نے اپنے مخصوص نظریہ کے تحت یہ نعرہ اختیار کیا۔:القرآن دستورنا والجہاد منہجنا۔یعنی قرآن ہمارا آئین ہے اور جہاد (متشددانہ طریق کار) کے ذریعہ ہمیں اس کو ساری دنیا میں نافذ کرنا ہے۔عرب دنیا میں یہ نعرہ اتنا مقبول ہوا کہ سڑکوں پر یہ نغمہ سنائی دینے لگا:

هلم نقاتل هلم نقاتل فإن القتال سبيل الرشاد

فلسطین سے لے کر افغانستان تک اور چیچنیا اور بوسنیا تک جہاں جہاں اسلامی جہاد کے نام پر تشدد کیا گیا وہ سب اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔

اسی طرح جماعت اسلامی نے یہ نظریہ بنایا کہ موجودہ زمانہ میں ساری دنیا میں جو نظام رائج ہے وہ طاغوتی نظام ہے۔ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس طاغوتی نظام کو مٹائے اور اس کی جگہ اسلامی نظام کو نافذ کرے۔یہ کام اتنا ضروری ہے کہ اگر وہ فہمائش کے ذریعہ پورا نہ ہو تو اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ تشدد کی طاقت کو استعمال کر کے اہل طاغوت سے اقتدار کی کنجیاں چھین لیں اور اسلامی قانون کی حکومت ساری دنیا میں نافذ کردیں۔پاکستان اور کشمیر جیسے مقامات پر اسلام کے نام سے جو تشدد ہو رہا ہے وہ مکمل طور پر اسی خود ساختہ نظریہ کا نتیجہ ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے اور ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد دنیا کے مختلف مقامات پر اسلام کے نام سے جو بھیانک تشدد ہوا یا ہو رہا ہے، وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر انہی دونوں نام نہاد انقلابی تحریکوں کا نتیجہ ہے۔

ان دونوں جماعتوں کے بانیوں کی غلط فکری کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ انہوں نے جماعت اور اسٹیٹ کے فرق کو نہیں سمجھا۔ جو کام صرف ایک منظم اسٹیٹ کی ذمہ داری تھی اس کو انہوں نے اپنی بنائی ہوئی جماعت کی ذمہ داری سمجھ لیا۔ اسلامی تعلیم کے مطابق، جہاد بمعنیٰ قتال اور اجتماعی شریعت کا نفاذ جیسا کام مکمل طور پر حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ان مقاصد کے لیے جماعت بنا کر ہنگامہ آرائی کرنا اسلام میں سرے سے جائز ہی نہیں۔

اسلام میں جماعت کے جو حدود کار ہیں وہ قرآن کی ایک آیت سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہوا ہے: اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو خیر کی طرف بلائے اور معروف کا حکم کرے اور منکر سے منع کرے، یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں (آل عمران ۱۰۴) اس قرآنی ارشاد کے مطابق، غیر اہل حکومت کے لئے جماعت بنانا صرف دو مقصد کے لئے جائز ہے۔ ایک، پُر امن دعوت خیر، اور دوسرے، پُر امن نصیحت اور تلقین۔ دعوت خیر سے مراد غیر مسلموں میں اسلام کا پیغام پہنچانا ہے اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے مراد مسلمانوں کے اندر ناصحانہ ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی ہنگامہ آرائی کے لئے جماعت بنانا سراسر بدعت اور ضلالت ہے جس کا کوئی جواز اسلام میں نہیں۔ نیز واضح ہو کہ قرآن میں جماعت سے مراد گروہ ہے، نہ کہ پارٹی۔

الإخوان المسلمون اور جماعت اسلامی کے بانیوں نے جو خود ساختہ نظریہ سازی کی وہ شریعت کے بھی خلاف تھی اور فطرت کے بھی خلاف۔ اس قسم کی غیر فطری نظریہ سازی ہمیشہ تشدد سے شروع ہوتی ہے اور منافقت پر ختم ہوتی ہے۔ لوگوں کے ذہن میں جب تک اپنے رومانی تصورات کا جنون ہوتا ہے وہ اپنے مفروضہ انقلاب کے لئے اتنے دیوانے ہو جاتے ہیں کہ استشہاد کے نام پر خودکش بمباری کو بھی جائز قرار دے لیتے ہیں۔ مگر جب حقائق کی چٹان ان کے جنون کو ٹھنڈا کر دیتی ہے تو اس کے بعد وہ منافقانہ روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یعنی فکری اور اعتقادی اعتبار سے بدستور اپنے سابق نظریہ کو ماننا، مگر عملی اعتبار سے مکمل ہم آہنگی کا طریقہ اختیار کر کے اپنے دنیوی مفادات کو محفوظ کر لینا۔

افغانستان کا سبق

نپولین بونا پارٹ نے کہا تھا کہ مجھے ایک لاکھ افغانی جوان مل جائیں تو میں ساری دنیا کو فتح کر ڈالوں۔ مگر آج انہی افغانی جوانوں نے بالکل برعکس کارنامہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے ملک کو تباہ کیا بلکہ وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو رسوا کرنے کا سبب بن گئے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ موجودہ زمانہ میں افغانوں کے ذریعہ مسلم دنیا کو جس المناک صورت حال کا تجربہ پیش آیا ہے وہ پچھلے چودہ سو سال میں انہیں کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ اس کا راز کیا ہے۔ اس المیہ کی تمام تر ذمہ داری موجودہ زمانہ کے ان نااہل رہنماؤں پر ہے جنہوں نے افغانیوں کو جوش کی غذا تو دی مگر وہ انہیں ہوش کی خوراک نہ دے سکے۔ انہوں نے افغانیوں کو جہاد پر اکسایا مگر وہ ان کے اندر صبر کی اسپرٹ پیدا نہ کر سکے۔ جب کہ شریعت اور عقل دونوں بتاتے ہیں کہ جہاد صرف اس وقت تعمیر بنتا ہے جب کہ اس کے ساتھ صبر شامل ہو۔ صبر کے بغیر جہاد صرف تخریب ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

افغانستان کی جدید نسل جن مسلم رہنماؤں سے خاص طور پر متاثر ہوئی، ان کے نام یہ ہیں ——
سید جمال الدین افغانی، ڈاکٹر محمد اقبال، سید قطب، آیت اللہ خمینی، ابوالاعلیٰ مودودی، اور آخر میں ملا محمد عمر اور اسامہ بن لادن۔ ان تمام رہنماؤں کی مشترک کمی یہ تھی کہ وہ سب کے سب اپنے زمانہ کے منفی حالات کے ردعمل کے طور پر ابھرے۔ ان میں سے ہر ایک کی سوچ ردعمل کی نفسیات کے تحت بنی، نہ کہ مثبت فکر کے تحت۔ ان کی نفسیات کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے جہاد اور اقدام کی اہمیت کو تو سمجھا مگر وہ صبر اور مصالحت کی اہمیت کو دریافت نہ کر سکے۔ ان مسلم مفکرین نے اپنے اس ذہن کو افغان کی نئی نسلوں کی طرف انڈیل دیا۔ اسی نااہل رہنمائی کا نتیجہ وہ بربادی ہے جو اکیسویں صدی میں حالیہ واقعات کی صورت میں ہمارے سامنے آئی۔

اس انتہا پسندانہ ذہن کا نتیجہ یہ تھا کہ افغانیوں نے لڑائی اور تشدد کو خیر مطلق کا درجہ دے دیا۔ انہوں نے اس حقیقت کو نہیں جانا کہ روسی حملہ آوروں سے تو انہیں لڑنا ہے مگر جب روسی افغانستان سے

واپس چلے جائیں تو انہیں اپنے ہم مذہبوں سے نہیں لڑنا ہے، خواہ ان کے ایک گروپ کو یکطرفہ طور پر اپنی بندوقوں کو ناکارہ کر دینا پڑے۔ انہیں باہمی اختلاف کو امن کے دائرہ میں رکھ کر حل کرنا ہے، اختلاف کو کسی بھی حال میں تشدد کے مرحلہ تک نہیں لے جانا ہے۔ افغانی معاشرہ پر کنٹرول کے بعد اسلامائزیشن کے عمل کو تعلیم و تربیت سے شروع کرنا ہے، نہ کہ کوڑا مارنے اور پھانسی دینے سے۔ انہیں فلسطین کی لڑائی کو فلسطین کے دائرہ تک محدود رکھنا ہے، اس کو ہرگز امریکہ تک نہیں پہنچانا ہے۔ انہیں پڑوسی ملکوں سے مصالحانہ رشتہ قائم کرنا ہے، نہ کہ حریفانہ اور رقیبانہ رشتہ۔

افغانی لوگوں میں ان کے علماء اور مفکرین نے جہاد کا جذبہ ابھارا تھا مگر انہیں صبر کا سبق نہیں دیا تھا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ افغانیوں نے مذکورہ قسم کی بھیانک غلطیاں کیں۔ اور آخر میں رسوائی اور تباہی کے سوا ان کے حصہ میں کچھ اور نہ آیا۔

ایک بار میں ایک بڑی فیکٹری میں گیا۔ اس کا انجینئر مجھے فیکٹری کے مختلف حصوں کو دکھاتے ہوئے ایک مقام پر لے گیا۔ یہاں ایک مشین تھی۔ اس کے ساتھ اس کے بیرونی حصہ میں ایک بڑا فلائنگ وہیل (flying wheel) لگا ہوا تھا۔ انجینئر نے ایک سوئچ دبائی۔ اس کے فوراً بعد فلائنگ وہیل پوری اسپیڈ کے ساتھ ایک سمت میں تیزی سے گھومنے لگا۔ پھر انجینئر نے دوسری سوئچ دبائی۔ اس کے بعد ایک سکنڈ کے اندر فلائنگ وہیل اسی تیزی کے ساتھ برعکس سمت میں دوڑنے لگا۔

یہی انسانی زندگی کا معاملہ بھی ہے۔ موجودہ دنیا میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کے اندر یہ دوطرفہ صلاحیت ہو ——— وہ آگے بڑھنے کے ساتھ پیچھے ہٹنا جانتے ہوں۔ وہ جنگ کے ساتھ امن کی اہمیت کو سمجھتے ہوں۔ وہ اقدام کے ساتھ اقدام کی حدود سے واقف ہوں۔ وہ بولنے کے ساتھ چپ رہنے کو بھی کام سمجھتے ہوں۔ وہ نفرت کے ساتھ محبت کرنا بھی جانتے ہوں۔ وہ امامت کے ساتھ اقتداء کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ وہ مجاہد ہونے کے ساتھ صابر بھی ہوں۔ ایسے ہی لوگ دنیا میں کوئی حقیقی کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ جن لوگوں کے اندر یہ دوطرفہ صلاحیت نہ ہو وہ صرف تباہی کی مثالوں میں اضافہ کریں گے۔ وہ حقیقی تعمیر کا کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔

قصوروار کون

ایک شخص نے سانڈ کو چھیڑا۔ اس کے بعد سانڈ نے اس کو اپنی سینگ سے مارا۔ ایسی حالت میں صرف یہ نہیں کہا جائے گا کہ سانڈ نے آدمی کو مارا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ سانڈ نے آدمی کو مارا اور آدمی نے اپنے آپ کو سانڈ سے مروایا۔ یہی وہ حقیقت ہے جو ایک حدیث میں اس طرح کہی گئی ہے:

الترمذی، ابن ماجہ اور البیہقی نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، قالوا و کیف یذل نفسه، قال: یتعرض من البلاء لما لا یطیق** (مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، صفحہ ۱۷۷) یعنی کسی مومن کو ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ لوگوں نے کہا کہ کوئی شخص کیسے اپنے آپ کو ذلیل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ایک ایسی مصیبت مول لے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔

یہ حدیث افراد کے لئے بھی ہے اور قوموں کے لئے بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرد یا قوم کسی بڑی طاقت کو چھیڑے یا اس کو غصہ دلائے اور اس کے بعد یہ طاقت اس کو کچل ڈالے تو اس فرد یا قوم کے لئے یہ مظلومیت کا معاملہ نہیں ہوگا بلکہ وہ حماقت کا معاملہ ہوگا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی خود سے ایک مصیبت میں پڑتا ہے اور پھر وہ کسی دوسرے کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ مگر ایسا کرنا درست نہیں۔ جو مصیبت اپنی نادانی کی بنا پر پیش آئے اس کے لئے آپ دوسرے کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔ جس تباہی کا سبب خود اپنا غلط اقدام ہو، اس کا قصوروار دوسرے کو ٹھہرانا ایک ایسی کوشش ہے جو شریعت کے نزدیک بھی قابل رد ہے اور عقل کے نزدیک بھی قابل رد۔

فطرت کا یہی وہ اصول ہے جس کو ایک عوامی مثل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ——— آ بیل مجھے مار۔ موجودہ دنیا کو بنانے والے نے اس کو اس طرح بنایا ہے کہ یہاں بیل بھی ہے اور انسان بھی۔ ہم تخلیق کے اس نقشہ کو بدل نہیں سکتے۔ ہمارے لئے ممکن صورت صرف یہ ہے کہ ہم پھول کی طرح کانٹے کے ساتھ زندگی گزارنے کا ہنر سیکھ لیں۔

سوال

قرآن کریم کو جناب نے کتاب الصبر فرمایا ہے۔ یہ قول ان کے مقابلے میں نہایت وزنی ہے جو اس کو کتاب الجہاد سمجھتے اور اسی انداز میں اس کو متعارف کراتے ہیں۔ جہاں تک حقیقت واقعہ کا تعلق ہے تو میرے نزدیک کتاب الجہاد کہنا اگر افراط ہے تو کتاب الصبر قرار دینا تفریط۔ قرآن کے لئے اگر ہمیں اس طرح کی کسی وضاحت کی واقعی ضرورت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے کتاب الاعتدال کہنا چاہئے اور اس کے نتیجہ میں جو مذہب وجود میں آتا ہے اسے مذہب اعتدال سے متعارف کرایا جاسکتا ہے (محمد عمران مظاہری، مدرسہ حسینیہ، اغوان پور، میرٹھ)

جواب

آپ نے صبر کو بہت محدود معنیٰ میں لیا ہے اس لئے آپ نے ایسا فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد خود صبر ہے۔ موجودہ امتحان کی دنیا میں اہل ایمان کو سو میں ننانوے بار صبر کرنا پڑتا ہے اس کے بعد جہاد کا موقع آتا ہے۔ موجودہ امتحان کی دنیا میں ایمان کے تقاضوں پر زندگی گذارنے کے لئے صبر لازمی شرط ہے۔ مثلاً اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے بھی صبر درکار ہے۔ کیوں کہ اگر آپ کھوئے ہوئے پر صبر نہ کریں تو ملے ہوئے پر حقیقی جذبۂ شکر کا اظہار آپ کی زبان سے نہیں ہوسکتا۔ دعوت کے لئے صبر لازمی شرط ہے۔ کیوں کہ مدعو کی زیادتیوں پر یک طرفہ صبر کئے بغیر آپ سچے داعی نہیں بن سکتے۔ نماز بھی آپ خشوع کے ساتھ صرف اس وقت پڑھ سکتے ہیں جب کہ آپ دنیوی تقاضوں پر صبر کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہوگئے ہوں۔ انفاق بھی آپ اسی وقت کر سکتے ہیں جب کہ آپ مال کی محبت کے جذبات پر صبر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اسی طرح حج مبرور بھی اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب کہ سفر حج کے دوران پیش آنے والے مکارہ پر صبر کیا جائے۔ اسی طرح اسلامی اخلاق کے اصولوں پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب کہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی شکایتوں پر صبر کیا جائے۔

یہی معاملہ خود جہاد کا ہے۔ جہاد کا آغاز دوسروں کے خلاف قتال سے نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے نفس پر کنٹرول کرنے سے ہوتا ہے۔ مومن دوسروں کی قابل شکایت باتوں پر صبر کرتے

ہوئے اس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتا ہے۔ مومن دوسروں کی زیادتیوں پر صبر کرتے ہوئے اس کو دعوت کا مخاطب بناتا ہے۔ مومن دوسروں کے جارحانہ عزائم کو یک طرفہ اعراض کے ذریعہ بے اثر بناتا رہتا ہے۔ اور اگر بالفرض جنگ کی نوبت آجائے تب بھی مومن یہ کرتا ہے کہ وہ صرف حملہ آور پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو پھر بھی مومن اپنی زد سے محفوظ رکھتا ہے۔ مومن اپنے منفی جذبات کو یکطرفہ طور پر دبا کر غیر حملہ آوروں کو نقصان پہنچانے سے بچتا ہے۔ صبر کی ان تمام کارروائیوں کے باوجود جو جہاد کیا جائے وہی دراصل اسلامی جہاد ہے۔ جہاد خود ایک صابرانہ عمل ہے، نہ کہ غیر صابرانہ عمل۔ جہاد بمعنٰی قتال ایک استثنائی حکم ہے اور صبر ایک عمومی حکم۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کا عنوان بحث عموم کے اعتبار سے متعین کیا جائے گا، نہ کہ استثناء کے اعتبار سے۔

سوال

الرسالہ جولائی ۲۰۰۱ء کے صفحہ ۳۳ تا ۳۵ میں آپ نے اکبر کی خودساختہ پالیسی کو تالیف قلب کی گہری پالیسی قرار دیا ہے۔ اور اس کی یہ وجہ بتائی ہے کہ اکبر نے اسے اسلام کی اشاعت میں برہمنوں کے ذریعہ پیدا کی گئی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ لیکن اس متنازع فیہ واقعہ کو آپ نے قرآن وسنت سے مدلل کرنے کے بجائے محض مولانا سید حسین احمد مدنی کی "مجتہدانہ نظر" سے مدلل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اکبر کا یہ اقدام اپنے سیاسی انٹرسٹ کی خاطر تھا، نہ کہ اسلام کی خاطر۔ آپ کی اس بحث سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اگر مسلمان (یا کوئی مسلم حکومت) خالص مصلحتاً ہندوؤں یا غیروں کی چند بے ضرر رسومات کو اپنے یہاں رائج کرلیں تو یہ عین دین کی خدمت ہوگی۔ بالفاظ دیگر غیروں کی طرح مخصوص وضع قطع اختیار کرنا، دیوالی میں قندیلیں جلانا، ہولی میں رنگوں سے کھیلنا، کسی اچھے کام کا آغاز ناریل توڑ کر کرنا، وغیرہ جیسی بے ضرر رسمیں، نہ صرف مسلمانوں کے لئے وقتی طور پر جائز ہوجاتی ہیں بلکہ وہ ضروری ہوجاتی ہیں۔ (محمد اقبال انجینئر، ایم اے صدیقی، فاروق فیصل، محمد رفیع چوگلے، ممبئی)

جواب

تالیف قلب دعوت اسلامی کا ایک مستقل اصول ہے۔ یعنی محدود دائرے میں مدعو کی وقتی رعایت کرنا جس سے وہ اسلام کی طرف مائل ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً ہجرت کے بعد آپ نے ۱۶۔ ۱۷ مہینے تک یہودیوں کے قبلہ کو اپنا قبلۂ عبادت بنائے رکھا۔ اس کا سبب یہی تالیف قلب کا حکم تھا (تفسیر القرطبی ۲ر صفحہ ۱۵۰)

اکبر کا مذکورہ عمل اسی تالیف قلب کی بنا پر تھا۔ نیز یہ کہ اس معاملہ میں اکبر تنہا نہیں۔ ہندستان کے صوفیاء نے اسی تالیفِ قلب کے اصول کے تحت کئی طریقے اپنی خانقاہوں میں رائج کئے۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ ملک کے لاکھوں باشندوں نے اسلام قبول کرلیا۔

اکبر نے جو طریقہ اختیار کیا، اگر بالفرض اس کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی توسیع واشاعت سے اس کی سلطنت کو استحکام حاصل ہوگا، تب بھی اس کا فعل قابلِ ملامت نہیں۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو ہم صرف یہ کریں گے کہ اکبر کے فعل کو اس حدیث رسول کا مصداق قرار دیں گے: ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔

الرسالہ کے مذکورہ شمارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ مسلمان ہندوؤں کے رسوم کو اپنی زندگی میں اختیار کرلیں۔ یہ مکمل طور پر ایک دعوتی بات ہے۔ اس کا تعلق صرف دعوتی مصالح سے ہے۔ کلچرل سمجھوتہ کا میں ہرگز مبلغ نہیں ہوں۔ میں صرف دعوتی مقصد کے لئے تالیفِ قلب کی بات کرتا ہوں۔ تالیفِ قلب بلاشبہہ اسلام کا ایک مسلّم اصول ہے۔ ہندستان کے صوفیاء نے اس کو بڑے پیمانہ پر اختیار کیا۔ صوفیاء کی دعوتی کامیابی کا خاص سبب ان کی یہی پالیسی تھی۔

سوال

میں نے بی اے تک تعلیم حاصل کی ہے۔ کشمیر میں میں نے ایک سرکاری سروس کے لئے درخواست دی تھی۔ میں اس کے لئے کوالیفائڈ تھا مگر مجھ کو نہیں لیا گیا۔ اب یہاں کے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ جب تک کشمیر کے سیاسی حالات نہیں بدلیں گے ہمارے ساتھ ناانصافی ہوتی رہے گی۔ ہم کو لڑکر

اپنے حقوق لینا ہے۔ کشمیر سے غیر مسلم غلبہ کو ختم کرنا ہے۔ اس کے بعد ہی ہم کو اپنے حقوق مل سکتے ہیں۔
(ایک کشمیری نوجوان، اننت ناگ)

جواب

یہ ایک بے بنیاد بات ہے۔ آپ کے ساتھی جو کشمیر چاہتے ہیں وہ انہیں بروقت ہی ''آزاد کشمیر'' میں مل چکا ہے۔ پھر آزاد کشمیر کے ہزاروں مسلمان کیوں وہاں سے نکل کر برطانیہ اور امریکہ میں چلے گئے اور وہاں غیر مسلم سیاسی غلبہ کے تحت پرسکون طور پر زندگی گزار رہے ہیں۔

اسی طرح آپ لوگ جو مسلم حکومت چاہتے ہیں وہ زیادہ بڑے پیمانہ پر پاکستان میں عملاً حاصل ہو چکی ہے۔ پھر پاکستان کے لاکھوں مسلمان کیوں امریکہ اور یورپ میں جا کر غیر مسلم حکومت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دہرے معیار کی اسی پالیسی نے اس پورے علاقہ کے مسلمانوں کو اللہ کی نظر میں بے قیمت بنا دیا ہے۔ اس قسم کی ڈبل پالیسی سے اس دنیا میں کسی کو ذلت تو مل سکتی ہے مگر اس کو کبھی عزت نہیں ملے گی۔ جہاں تک آپ کے ذاتی مسئلہ کا تعلق ہے تو اس قسم کی وقتی ناکامی موجودہ دنیا میں فطرت کے قانون کے تحت ہوتی ہے، نہ کہ کسی کے تعصب کے تحت۔ اس دنیا میں ہر ایک کے ساتھ اور ہر ملک میں ناموافق حالات پیش آتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ہر گوند کھورانہ کو لیاقت کے باوجود دہلی یونیورسٹی میں سروس نہیں ملی۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ ناموافق حالات سے مایوس نہ ہو اور بہتر مستقبل کی طرف اپنا حوصلہ مندانہ سفر جاری رکھے۔ اس دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے۔

جہاں تک لڑ کر حقوق لینے کی بات ہے، وہ سراسر بے معنیٰ ہے۔ حقائق کی اس دنیا میں کسی کو بھی لڑ کر اپنے حقوق نہیں ملتے۔ اس دنیا میں جب بھی کسی کو اس کے حقوق ملتے ہیں تو وہ پر امن تعمیری جدوجہد کے ذریعہ ملتے ہیں۔ پاکستان میں مہاجرین نے لڑ کر اپنے حقوق لینا چاہے مگر آخر میں انہیں ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں ملا۔

سوال

الرسالہ ماہ ستمبر ۲۰۰۱ میں ایک خط کے جواب میں آپ نے حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کتاب

الزہد کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ زمین میں چار انگل جگہ بھی نہیں مگر وہاں ایک فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ کے لئے سجدہ کی حالت میں موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس دنیا میں زمین پر انسانوں کی رہائش گاہیں بھی ہیں، گندگی کے اسباب بھی ہیں۔ اس حالت میں فرشتے کس شکل میں اپنی پیشانی سجدہ کی حالت میں اللہ کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ تفصیل سے مستفید فرمائیں (ابرار حسین قریشی، دھار، مدھیہ پردیش)

جواب

اس حدیث میں ''سجدہ'' لفظی معنوں میں نہیں ہے۔ یہ دراصل ایک تعبیر ہے۔ حدیث کا مدعا یہ ہے کہ ساری دنیا میں اللہ کے فرشتے کثرت سے موجود ہیں اور وہ ہر لحہ اللہ کی اطاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس حدیث کو پڑھ کر آدمی کو چاہئے کہ وہ خود اپنے بارے میں سوچے، نہ کہ فرشتوں کے بارے میں۔ وہ فرشتوں کے ''سجدہ'' سے زیادہ خود اپنے سجدے کے لئے فکر مند ہو جائے۔

سوال

آپ ایک عالم دین ہیں۔ آپ کو ہر سوال کا جواب دینا چاہئے۔ اگر جواب نہیں دیتے ہیں تو یہ آپ کی غلطی ہے کہ آپ نے اس شخص کو اسلام کی باتیں نہیں بتائیں جو آپ سے سوال کر کے جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ قیامت کے دن کیا میں خدا سے عرض نہیں کروں گا کہ مجھے علم نہیں تھا اور میں نے ان سے علم مانگا۔ مگر انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ (شاہ عمران حسن، دلاور پور، مونگیر، بہار)

جواب

علم کے حصول کا ذریعہ سوال و جواب نہیں ہے۔ بلکہ مطالعہ ہے یا اہل علم کی صحبت میں بیٹھنا۔ جو بات ذہن میں آجائے، اس کو سوال بنانا اور اس پر لمبے لمبے خطوط لکھنا اسلام کا طریقہ نہیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی اسلام کا طریقہ نہیں کہ کوئی شخص اس قسم کا ایک مضمون استفتاء کے لیے بنائے کہ الرسالہ کو پڑھنا جائز ہے یا ناجائز اور پھر مفتی صاحبان اس پر ''الجواب صحیح'' کی مہر کے ساتھ تفصیلی جواب دینا شروع کر دیں۔ اس قسم کا سوال پوچھنا بھی اسلامی روح کے خلاف ہے اور اس کا جواب دینا بھی اسلامی

روح کے خلاف۔ چنانچہ ایک صحابی کہتے ہیں: و کان ینھی عن قیل و قال و کثرۃ السؤال (صحیح البخاری، کتاب الرقاق)

سوال

کامیاب ازدواجی زندگی میں صرف بہو کو نقطۂ نظر بنایا جاتا ہے۔ یہاں چھ گھر ساس بہو کا ہے۔ میں نے کچھ الگ دیکھا۔ ایسا کیوں ہے کہ گھر کے سارے جھگڑے کی وجہ بہو کو مانا جاتا ہے۔ کیا سسرال میں بہو کو داسی کی طرح رہنا چاہئے جو یک طرفہ ناخوش گواریوں کو برداشت کرے۔ (صوفیا حیدر، بتیا، بہار)

جواب

شرعی اعتبار سے ساس اور بہو دونوں کی ذمہ داری بالکل یکساں ہے۔ ساس کا فرض ہے کہ وہ اپنی بہو کو وہی عزت اور محبت دے جو وہ اپنی بیٹی کا حق سمجھتی ہے۔ اسی طرح بہو کا فرض ہے کہ وہ ساس کے ساتھ اسی عزت اور محبت کا معاملہ کرے جو وہ اپنی ماں کے لئے کرتی رہی ہے۔ اس معاملہ میں دونوں میں سے جو بھی کوتاہی کرے گا وہ یقینی طور پر اس کے لیے آخرت میں پکڑا جائے گا۔ دونوں میں سے کوئی بھی آخرت کی پکڑ سے بچنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر گھر کو امتحان کا مقام بنا دیا ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے امتحان کا پرچہ ہیں۔ اسی طرح ساس اور بہو دونوں ایک دوسرے کے لئے امتحان کا پرچہ ہیں۔ یہ امتحان اتنا زیادہ اہم ہے کہ اس میں کوتاہی کی تلافی نماز روزہ کے ذریعہ بھی نہیں ہو سکتی۔

سوال

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خدا کی تسبیح اور اس کا ذکر کر رہی ہیں۔ ہر چیز خدا کے ذکر میں مشغول ہے۔ یہاں دنیا میں ایسی بھی چیزیں ہیں جو گندگی کی حالت میں ہوتی ہیں تو کیا وہ بھی ذکر کر رہی ہیں۔ قرآن کی ان باتوں کا اصل مفہوم کیا ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں۔ (خورشید احمد کمار، شوپیان، کشمیر)

جواب

مذکورہ قسم کی قرآنی آیتوں میں جو ذکر بتایا گیا ہے اس سے مراد ذکر قولی نہیں ہے بلکہ ذکر حالی ہے۔ یعنی ان کا وجود اللہ کی قدرت کو بیان کر رہا ہے۔ مثلاً سورج ہم کو روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے۔ اس روشنی اور حرارت میں انسان کے لئے مفید پہلو بھی ہے اور مضر پہلو بھی۔ مگر فطرت کے مخصوص نظام کے تحت انسان کو سورج کا صرف مفید پہلو پہنچتا ہے، اس کے مضر پہلو سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ یہی معاملہ دنیا کی دوسری تمام مادی چیزوں کا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مذہب اور جدید چیلنج)

جن چیزوں کو آپ گندی چیزیں کہہ رہے ہیں ان کا معاملہ بھی یہی ہے۔ مثلاً زمین پر جب بھی کہیں کوئی گندی چیز ظاہر ہوتی ہے، جیسے جانور کا بول و براز، تو فوراً ہی وہاں لاکھوں کی تعداد میں بیکٹیریا اور کیڑے جمع ہو جاتے ہیں جو ڈی کمپوز (de-compose) کر کے اس کو فضا میں تحلیل کر دیتے ہیں۔ اگر فطرت کا یہ نظام نہ ہو تو موجودہ زمین پر انسان کے لئے زندگی گذارنا ناممکن ہو جائے۔

اس معاملہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودہ دنیا کی چیزوں کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ انسان کے لئے عبرت اور نصیحت بن سکیں۔ اس دنیا کی ہر چیز، خواہ وہ پھول ہو یا کانٹا، انسان کو کوئی نہ کوئی اعلیٰ پیغام دے رہی ہے۔ مثلاً درخت یہ پیغام دے رہے ہیں کہ تم یکطرفہ طور پر، دوسرے انسانوں کے لئے نفع بخش بنو۔ حتیٰ کہ ان چیزوں میں بھی گہرا سبق ہے جن کو آپ گندی چیز سمجھ رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی نادانی سے گندگی کرے تو تم اس کو مزید بکھیرنے والے نہ بنو بلکہ پہلی فرصت میں اس کو صاف کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارا کام لوگوں کے عیب پر پردہ ڈالنا ہونا چاہئے، نہ کہ اس کی تشہیر کر کے لوگوں کو بدنام کرنا۔

سوال

۱۔ آپ کے مشن سے مجھے پورا اتفاق ہے۔ مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ مسلمانوں کو صالح بنانے سے پہلے غیر مسلموں کو کس طرح دعوت دی جائے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

۲۔ الرسالہ اردو کا مطلب چند دن پہلے ایک صاحب کے ذریعہ معلوم ہوا، یعنی سب سے اچھا رسالہ۔ مجھ کو تعجب اس بات پر ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اچھا کہے وہی تو سب سے زیادہ برا ہوتا ہے۔ پھر بھی آپ نے عالم ہونے کے باوجود اتنا فخر والا نام کس طرح رکھ لیا۔ اس کی وضاحت کریں۔ (شاہ عمران حسن، مونگیر، بہار)

جواب

پہلے سوال کا جواب الرسالہ میں شائع ہو چکا ہے۔ عرض یہ کہ غیر مسلموں کو جو دعوت دینی ہے وہ مسلمانوں کی صالحیت کی طرف نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف ہے۔ چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دعوت وتبلیغ کے لیے مسلمانوں کا اصلاح یافتہ ہونا شرط نہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، الجزء الاول، صفحہ ۸۵۔

دوسرے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ الرسالہ کا مطلب سب سے اچھا رسالہ نہیں ہے۔ رسالہ کے لئے عربی زبان میں مجلہ یا جریدہ کا لفظ آتا ہے۔ رسالہ کا معنی عربی زبان میں پیغام (message) کے ہیں۔ الرسالہ کا مطلب پیغام (The message) ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

جن صاحب نے آپ سے مذکورہ بات کہی، ان کو بتائیے کہ اس طرح کی بات تنقید نہیں ہے بلکہ غلط الزام ہے۔ اسلام میں تنقید کرنا جائز ہے مگر غلط الزام لگانا یقینی طور پر اسلام میں جائز نہیں۔

سوال

اسلام چونکہ ایک دین فطرت ہے۔ اور رب العزت نے اس کو انسان کی طبیعت کے عین مطابق بنایا ہے۔ یہ دین باقی ماندہ ادیان پر غالب ہے۔ آپ متشددانہ طرز عمل کے خلاف ہیں۔ ایسی حالت میں چوری کرنے والے یا شراب پینے والے کو شرعی سزا کیسے دی جائے گی۔ (محمد ادریس ٹاک، کشمیر، پن 192303)

جواب

اسلام بلاشبہ دین فطرت ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے ادیان خلاف فطرت تھے۔

اصل یہ ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا ہر دین فطرت کے مطابق ہی تھا مگر بعد کی تحریفات نے اس کو بدل دیا۔ اسلام اور دوسرے آسمانی مذاہب میں جو فرق ہے وہ افضل اور غیر افضل کا نہیں ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ پچھلے آسمانی مذاہب تبدیلیوں کی بنا پر غیر مستند ہو گئے۔ جب کہ اسلام آج بھی اپنی ابتدائی حالت پر باقی ہے۔

مجرم کو شرعی سزا دینا عوام کا کام نہیں۔ یہ ایک قائم شدہ حکومت کا کام ہے جو حالات پر کنٹرول رکھتی ہو۔ عوام کے لئے پُر امن تبلیغ و اصلاح ہے، نہ کہ شرعی قوانین کو طاقت کے ذریعہ نافذ کرنا۔

سوال

موجودہ زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ ٹینشن (ذہنی تناؤ) میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس مسئلہ کو لے کر لوگ نفسیاتی ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حال میں مجھے ایک تجربہ ہوا۔ ایک صاحب جو ٹینشن کی کیفیت میں مبتلا تھے وہ ایک نفسیاتی ڈاکٹر کے پاس گئے۔ ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کے بعد انہیں جو مشورہ ملا وہ یہ تھا کہ تم اپنے مذہب کے مطابق، عبادت کیا کرو۔ مریض نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے عبادت کرتا ہوں۔ اس مسئلہ کا حل کیا ہے۔ قرآن کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں (نازش اعظمی، دہلی)

جواب

نفسیاتی ڈاکٹروں کی سوچ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ مریض کو ایسی ترکیب بتائیں جو ٹینشن کو ختم کرنے والی ہو۔ میرے نزدیک یہ نظریہ بذات خود غلط ہے۔ کیوں کہ ٹینشن خود نظام فطرت کی پیداوار ہے۔ اور جو چیز نظام فطرت کی پیداوار ہو اس کو آپ کسی بھی تدبیر سے ختم نہیں کر سکتے۔ جو چیز فطرت میں شامل ہو اس کو قبول کرنا مسئلہ کا حل ہے، نہ کہ اس کو ختم کرنے کی کوشش کرنا۔

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کو کبد یا مشقت میں پیدا کیا ہے (البلد ۴) یہ ایک عام انسانی تجربہ ہے کہ زندگی مشقتوں سے خالی نہیں۔ علمی تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہوا ہے۔ روسی ماہر نفسیات نمیلو (Nemilov) نے اپنی کتاب عورت کا المیہ (Biological Tragedy of Woman) میں بجا طور پر لکھا ہے کہ یہ ناقابل تصور ہے کہ انسانی زندگی المیہ سے خالی ہو:

Human life is unthinkable without tragedies, without the tragic element. The more highly developed and the nearer to perfection man is the greater are the possiblities for tragic conflicts.(pp.13-15)

مشقت جب خود فطرت کے قانون کے مطابق، انسانی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے تو ہمیں اس کو مان کر اس کا حل تلاش کرنا چاہئے، نہ کہ اس کا انکار کرکے۔ برسات کے موسم میں جب بارش ہوتی ہے تو انسانی آبادیوں کے لئے کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں سوچتا کہ وہ برسات کی بارش کو روکے۔ بلکہ ہر شخص یہ سوچتا ہے کہ بارش کے باوجود وہ کس طرح اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے۔

یہی طریقہ ہم کو ٹینشن (ذہنی تناؤ) کے مسئلہ کے بارے میں اختیار کرنا ہے۔ ہم ٹینشن کو ختم نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ٹینشن کو بطور واقعہ مان لیں تو یقینی طور پر ہم اپنے آپ کو اس کا شکار ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ یہی اس مسئلہ کا فطری حل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹینشن سے خالی زندگی گزارنے کے لئے واحد کامیاب فارمولا یہ ہے کہ ٹینشن کو انسانی زندگی کے ایک لازمی حصہ کے طور پر قبول کرلیا جائے۔

The only successful formula for a tension free-life is to accept the tension as an essential part of human life.

سوال

واقعہ یہ ہے کہ میرا مسئلہ وہی ہے جو بہت سی مسلم لڑکیوں کا مسئلہ ہے۔ اور وہ میری شادی کا مسئلہ ہے۔ میری ماں آج کل پریشانی میں ہیں ورنہ وہ خود آپ سے رابطہ قائم کرتیں۔ میرے رشتہ کے لیے بہت سے پیغامات آئے۔ ان میں سے کوئی رشتہ میرے والدین کو پسند نہ آسکا۔ میں اللہ پر بہت یقین رکھتی ہوں۔ مگر جب میں اپنے والدین کو پریشان دیکھتی ہوں تو میں اپنا اعتماد کھودیتی ہوں۔ میری عمر ۲۰ سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ میں ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہوں اور میں نے کمپیوٹر کی ٹریننگ لی ہے۔ آج کل میں ایک اسلامک ویب سائٹ پر کام کر رہی ہوں۔ میری گذارش ہے کہ آپ مجھے کچھ دعا بتائیں اور مشورہ دیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہر ایک کے لئے نکاح کا ایک مقرر وقت ہے۔ اللہ کی رحمت سے میں اپنے کام میں کامیاب ہوں۔ (ایک پاکستانی خاتون، انٹرنیٹ سے ترجمہ)

جواب

مذکورہ قسم کا مسئلہ بہت سی مسلم لڑکیوں کے ساتھ پیش آرہا ہے۔ میرے نزدیک اس معاملہ میں اصل غلطی والدین کی ہے۔ والدین عام طور پر اپنی بیٹی کے لئے ایک آئیڈیل لڑکے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ تلاش اکثر برعکس نتیجہ کا سبب بنتی ہے۔ والدین اپنے جذبہ محبت کے تحت یہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ دنیا میں نہ کوئی آئیڈیل لڑکا ہے اور نہ کوئی آئیڈیل لڑکی۔ ایسی حالت میں صحیح بات یہ ہے کہ آئیڈیل کو چھوڑ کر پریکٹکل کے اصول پر عمل کیا جائے۔

تجربہ بتاتا ہے کہ شادی کی کامیابی کا انحصار اس پر نہیں ہے کہ والدین کو اپنی پسند کا لڑکا یا لڑکی مل جائے۔ شادی کی کامیابی کا تمام تر انحصار اس پر ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں زندگی کی حقیقتوں سے آشنا ہوں اور حقائق کی بنیاد پر، نہ کہ جذبات کی بنیاد پر باہمی زندگی کی تعمیر کریں۔ ایسی حالت میں والدین کے لیے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو زندگی کے عملی حقائق سے باخبر کریں۔ وہ انہیں تیار کریں کہ وہ شادی کے بعد تحمل اور دانش مندی کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں۔ اور ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہوئے زندگی کی جدوجہد کریں۔ اگر لڑکے اور لڑکی میں اس قسم کا شعور حیات موجود ہو تو یقینی طور پر وہ کامیاب زندگی حاصل کرلیں گے، خواہ شادی کے وقت بظاہر ان کی معاشی حالت زیادہ بہتر نہ ہو۔

مذکورہ قسم کی صورت میں والدین کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ لڑکی کی رضامندی لے کر اور اللہ کے بھروسہ پر بلا تاخیر نکاح کا معاملہ کردیں۔ کامیاب زندگی کے معاملہ میں وہ اللہ پر بھروسہ کریں، نہ کہ اپنی سوچ اور تدبیر پر۔

سوال

نیشنل اور انٹرنیشنل مسائل میں آپ کا مثبت اپروچ بالکل درست ہے۔ ہم کو خوشی ہے کہ آپ جیسا ایک آدمی انڈیا میں موجود ہے بلکہ یہ پورے ایشیا کے لئے خوشی کی بات ہے۔ میرا شبہہ اور اندیشہ صرف یہ ہے کہ کیا مسلمان آنے والے زمانہ میں ہندستان میں پرامن طور پر رہ سکتے ہیں۔

(عدنان کریمی، 16-8-131/4 کالا ڈیرہ، مالک پیٹ، حیدرآباد ۲۴)

جواب

مسلمان اس ملک میں تعمیری سوچ اور امن پسندی کے ساتھ رہیں گے یا نہیں، یہ اب مستقبل کا سوال نہیں۔ اس کا جواب خود حال کے اندر مل چکا ہے۔ اللہ کے فضل سے ہماری کوششوں کے نتیجہ میں اب یہاں کے مسلمان بڑی حد تک بدل چکے ہیں۔ وہ اعراض کا طریقہ اختیار کر چکے ہیں جس کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ فساد تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ وہ مسائل کو نظر انداز کر کے مواقع کو استعمال کرنے کا فارمولا عملاً اپنا چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شہر اور بستی کے مسلمان تیزی سے ترقی کر رہے ہیں۔ وہ باہر دیکھنے کا مزاج ترک کر کے وطنی مزاج کے تحت جینا سیکھ گئے ہیں، جس کے نتیجہ میں یہاں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات دن بدن بہتر ہو رہے ہیں۔ وہ احتجاج غیر کا طریقہ چھوڑ کر تعمیر خویش کے اصول کو اختیار کر چکے ہیں، جس کا مثبت نمونہ ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں لوگ اخبار اور میڈیا کے ذریعہ اپنی رائے بناتے ہیں۔ اور میڈیا اپنے مخصوص مزاج کے تحت زیادہ تر منفی واقعات کو لیتا ہے، وہ مثبت واقعات کو رپورٹ نہیں کرتا۔ اس لئے اس ہونے والے واقعہ سے لوگ ابھی پوری طرح باخبر نہیں۔ مگر جلد وہ وقت آئے گا جب کہ یہ واقعہ اتنا نمایاں ہو چکا ہوگا کہ لوگ اخباروں میں چھپے بغیر اس کو جانیں گے اور ٹی وی اسکرین پر دکھائے بغیر اس کو دیکھیں گے۔

سوال

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں مسلم عوام میں بہت کم واقفیت ہے۔ اس کی کیا اہمیت ہے۔ مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے یا فرض ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کا اطلاق کس طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ مہربانی کر کے الرسالہ میں اس کو بتائیں۔

مجوب کے بارے میں بھی معلومات صحیح نہیں ہیں۔ آپس میں اس کو لے کر غلط فہمیاں ہیں۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ناانصافی بھی ہو رہی ہے۔ عوام میں اس کو لے کر الجھن و تشویش ہے۔ اس ضمن میں بھی گزارش ہے کہ آپ ایک مضمون ضرور لکھیں۔ قرآن میں اس کا ذکر لوگ نہیں بتاتے لیکن کچھ علماء

نے اس کو صحیح بتایا ہے۔ کچھ نے اختلاف بھی کیا ہے (مہدی حسن، وارانسی)

جواب

مذکورہ دونوں مسئلہ کے بارے میں الرسالہ میں مضامین آچکے ہیں۔ دوسرے علماء نے بھی اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اس معاملہ میں اصل مسئلہ واقفیت کا نہیں ہے بلکہ عمل کے جذبہ کا ہے۔ موجودہ مسلمانوں میں عمل کا جذبہ نہیں، اس لئے وہ مسئلہ پیدا ہوا جس کا آپ نے ذکر کیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق حکومت سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق افراد سے ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کے لیے خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا مددگار بننا چاہتا ہو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو انصاف اور دیانت کی روش پر دیکھنا چاہے۔ اسی جذبہ کی مخلصانہ تعمیل کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی نہیں، اس لیے ان کے درمیان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل بھی جاری نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کے لیے سچی خیر خواہی موجود ہو تو خود فطرت کے زور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل جاری ہو جائے، خواہ اس کے شرعی مسائل لوگوں کو بتائے گئے ہوں یا نہ بتائے گئے ہوں۔

محجوب پوتے کی وراثت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محجوب پوتے کو وراثت نہ دی جائے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ محجوبیت کی بنا پر بظاہر جو وراثتی لنک ٹوٹ رہی ہے اس کو وصیت کے ذریعہ پورا کر دیا جائے۔ اگر کسی خاندان میں آپ ایسا نہ دیکھیں تو اس کا سبب شرعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ لوگوں کی سرکشی ہے۔ مثلاً بہن کا حق شرعی طور پر معلوم اور مسلّم ہے مگر بہت کم مسلمان ہیں جو بہن کو اس کا باقاعدہ شرعی حق دیتے ہوں۔

سوال

مجھے صوفی سنتوں کے جیون چرتر پڑھنے کا شوق ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تذکرۃ الاولیاء کا اردو میں ترجمہ جناب مولانا قاری محمد عادل خان صاحب کا پڑھا۔ اس کتاب میں حضرت ذوالنون مصریؒ کے حالات و مناقب میں آپ کا ایک ارشاد ہے۔ "قلیل

کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ ہے اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ" (p.79)

اس ارشاد میں "قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ ہے" تو سمجھ میں آ گیا لیکن "قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے" سمجھ میں نہیں آیا۔ براہ کرم اس پر روشنی ڈالنے کی مہربانی فرمائیں۔

(رام دیو، جی ایچ ۴/۹۷ء ۲، پچھم وہار، نئی دہلی، ۱۱۰۰۶۳)

جواب

جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اس ملفوظ میں قلیل گناہ سے مراد وہی چیز ہے جس کو قرآن میں لمم کہا گیا ہے (النجم ۳۲) اس سے مراد گناہ کرنا نہیں ہے بلکہ گناہ ہو جانا ہے۔ گناہ کبیرہ سرکشی کے تحت ہوتا ہے اور گناہ صغیرہ بشری تقاضہ کے تحت۔ جو آدمی گناہ کبیرہ سے بچنے کا اہتمام کرے اور بشری تقاضہ کے تحت اتفاقاً کبھی گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو جائے تو ایسا شخص قابل معافی ہے، نیز توبہ اور احساس گناہ کی صورت میں وہ انسان کی روحانی ارتقاء کا ذریعہ ہے۔

سوال

میں سوامی ویویکانند کا پیرو ہوں۔ میں ان کی ایک کتاب آپ کو بھیج رہا ہوں۔ سوامی جی کا کہنا ہے کہ تمام مذاہب ایک ہی سچائی کی طرف جانے کے الگ الگ راستے ہیں۔ چاہے وہ ہندوازم ہو یا مسیحیت ہو یا اسلام ہو یا سکھ ازم ہو یا یہودیت ہو۔ میرے نزدیک اسی کا پرچار کیا جانا چاہئے تاکہ لوگوں کے اندر ایکتا پیدا ہو۔ (ڈی این ملہوترا، دلشاد گارڈن، دہلی)

جواب

وحدتِ ادیان کے اس تصور سے مجھے اتفاق نہیں۔ سچائی کبھی متعدد نہیں ہو سکتی۔ سچائی اگر ایک نہ ہو تو وہ سچائی نہیں۔ وحدتِ ادیان کے اس نظریہ کے حق میں کوئی بھی منطقی دلیل موجود نہیں۔ یہ پورا نظریہ صرف تمثیلات کے اوپر قائم ہے اور تمثیل سے کبھی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ کہا گیا ہے:

Anology is the weakest form of Argument.

سچائی کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ آدمی کو یقین عطا کرے۔ دنیا میں جینے کے لئے آدمی کو یقین کا

سرمایہ درکار ہے اور سچائی آدمی کو یہی یقین دیتی ہے۔ "میں نے سچائی کو پالیا" یہ یقین صرف کسی ایک چیز پر قائم ہوسکتا ہے، نہ کہ متعدد چیزوں پر۔

انسانی سماج میں ایکتا بلاشبہ ضروری ہے۔ مگر یہ ایکتا "میں بھی سچا تم بھی سچے" جیسے مصنوعی نظریے پر قائم نہیں ہوسکتی۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کا حقیقی ذریعہ یہ ہے کہ اخلاقی تقاضہ کے تحت ہر ایک دوسرے کو قابلِ عزت سمجھے۔ میرے نزدیک مذہبی اتحاد کا درست فارمولا یہ ہے — ایک کی پیروی کرو، اور ہر ایک کی عزت کرو:

Follow one, and respect all.

سوال

کیا دماغی صلاحیتیں خداداد ہوتی ہیں یا کسبی۔ انسانی دماغ محدود ہے یا غیر محدود۔ کیا ایک انسان تمام علوم کو اپنے ذہن میں سمیٹ سکتا ہے۔ انسانی دماغ اصلاً ہے کیا۔ برائے مہربانی آپ اپنے مطالعہ کی روشنی میں انسانی دماغ کی کارکردگی اور صلاحیتوں کے بارے میں ہم کو مطلع فرمائیں (محمد مجاہد الدین، سکندر آباد)

جواب

انسانی دماغ ابھی تک ایک پُراسرار حقیقت ہے۔ پانچ ہزار سال کی تحقیق کے باوجود ابھی تک انسانی دماغ کے بارے میں بہت کم معلوم کیا جاسکا ہے۔ میرے تجربہ اور مطالعہ کے مطابق، انسانی دماغ لامحدود صلاحیت کا خزانہ ہے۔ یہ دماغی صلاحیت ہر انسان کو تقریباً یکساں طور پر حاصل ہوتی ہے۔ مگر تحقیق بتاتی ہے کہ انسانی دماغ اپنی ابتدائی حالت میں ایک خوابیدہ صلاحیت کی مانند ہے۔ علم اور تجربہ اس صلاحیت کو بیدار کرتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں برین اسٹارمنگ (brain storming) کا نظریہ بتاتا ہے کہ دماغی صلاحیت کو جگانے میں سب سے زیادہ دخل اس چیز کا ہے جس کو ذہنی جھٹکا کہا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ آدمی کی شخصیت کچل کر رہ جائے۔

تاہم میرے تجربہ کے مطابق، ذہنی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ آدمی کے اندر

اعتراف کا مادہ ہو۔ وہ حقیقتوں کو کھلے ذہن کے ساتھ دیکھے اور بغیر کسی تحفظ کے اس کو قبول کر لے۔ دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو اعلیٰ ذہنی ترقی کے مرتبہ پر پہنچے ہوں۔ میرے نزدیک اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بند ذہن کے ساتھ جیتے ہیں۔ اس بنا پر وہ اپنے مانوس تصورات کے سوا کسی اور تصور کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ اس کو اختیار کر پاتے ہیں۔

سوال

ہم نے بار بار پڑھا اور سنا ہے کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔ اب عملی زندگی میں دیکھا جائے کہ ہم رشوت نہ لیں یہ تو ہمارے بس کی بات ہے مگر رشوت نہ دیں تو ہمارا جینا مشکل ہو جائے گا۔ ہمارے گھروں میں بجلی اور پانی نہیں آئے گا۔

اب اگر رشوت دیتے ہیں تو خدا کے ڈر سے دل کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ آپ اس سوال کا جواب تفصیل سے دیں تاکہ میرے علاوہ بہت سے لوگوں کو جانکاری ملے۔ ایسے سماج میں آخر آدمی کیسے جیے گا۔ (بشیر احمد کالو، کشمیر)

جواب

آپ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مختلف کتب حدیث میں آئی ہے۔ مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں:

لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی (مسند احمد، جلد ۲، صفحہ ۱۶۴)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: الراشی والمرتشی کلاھما فی النار (رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں آگ میں جائیں گے)

رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کا حکم اس وقت یکساں ہے جب کہ رشوت دینے والا ایک ایسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے رشوت دے جو شرعی اعتبار سے اس کا حق نہیں۔ اسی طرح رشوت لینے والا جو اپنی خدمت کے لئے حکومت سے تنخواہ پانے کے باوجود مزید رشوت کا طالب ہو وہ بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔

لیکن اگر کہیں ایسا ہو کہ وقت کا نظام اس طرح بگڑ جائے کہ آدمی اپنا جائز حق بھی رشوت دیئے بغیر نہ پا سکے تو ایسی حالت میں اضطرار کا اصول منطبق ہوگا اور اپنا واقعی حق لینے کے لئے اس کا دینا جائز قرار پائے گا۔

سوال

کہا جاتا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ سوال یہ ہے کہ کیا بدعت کی یہ تقسیم درست ہے۔ اور اگر درست ہے تو ان دونوں قسموں کے درمیان کیا فرق ہے۔ تفصیل سے مستفید فرمائیں۔ (ندیم احمد سنابلی، دہلی)

جواب

عام طور پر بدعت کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ: **کل ما احدث فی الدین فھو بدعة** (نئی ہر چیز جو دین میں نکالی جائے وہ بدعت ہے)۔ مگر یہ تعریف پوری طرح واضح نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بدعت (innovation) زندگی کی ایک لازمی ضرورت ہے۔ زندگی میں بار بار نیا پن لانا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا مسلسل سفر ممکن نہیں ہوتا۔

تاہم نئی چیز کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ خود دین خدا میں کوئی نئی چیز نکالنا جس کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود نہ ہو۔ مثلاً ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا۔ یہ طریقہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔ اس لیے اس کو غیر مطلوب بدعت قرار دیا جائے گا۔

بدعت یا نئی چیز کی دوسری صورت وہ ہے جو زمانہ کی ضرورت یا حالات کی تبدیلی کی بنا پر اختیار کی جائے مثلاً قرآن میں اعدادِ قوت (الانفال ٦٠) کا حکم آیا ہے۔ اس کی تشریح حدیث میں رمی سے کی گئی ہے۔ یعنی تیر مارنا۔ مگر موجودہ زمانہ میں تمام مسلم ملکوں میں اعدادِ قوت کو جدید اسلحہ کی فراہمی کے معنیٰ میں لیا جاتا ہے، نہ کہ تیر کمان کی فراہمی کے معنیٰ میں۔ یہ بظاہر ایک نئی چیز ہے مگر وہ مطلوب بدعت ہے، نہ کہ غیر مطلوب بدعت۔ اس فرق کو دوسرے لفظوں میں عبادتی بدعت اور معاملاتی بدعت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ایک خط

برادر محترم محمد ساجد خاں صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۲۰ جون ۲۰۰۱ء کو ٹیلی فون پر آپ سے گفتگو ہوئی۔ آپ نے ایک صاحب کا قصہ بتایا۔ ان کا کہنا تھا کہ الرسالہ پڑھنے والے کچھ افراد کو میں نے دیکھا، وہ بہت مطمئن زندگی گذارتے ہیں۔ حالانکہ میری آمدنی ان سے زیادہ ہے مگر مجھے اطمینان والی زندگی حاصل نہیں۔

یہ الرسالہ کا کرشمہ نہیں، بلکہ وہ اسلام کا کرشمہ ہے۔ قرآن کے مطابق، اسلام آدمی کو نفس مطمئن (الفجر) بناتا ہے۔ اسی نفس مطمئن کا وہ نتیجہ ہے جس کا آپ نے ذکر کیا۔ جب بھی کسی انسان کو حقیقی معنوں میں اسلام حاصل ہو جائے تو اس کے بعد یہی ہوگا کہ اس کو ایک اتھاہ اطمینان کی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ اسی حقیقت کو قرآن میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ألا بذكر الله تطمئن القلوب (الرعد ۲۸)۔

موجودہ زمانہ میں اسلام کے نام پر بہت سی سرگرمیاں جاری ہیں۔ مگر شاید ان میں سے کوئی بھی سرگرمی نہیں جو لوگوں کو حقیقی اسلام کا تحفہ دے رہی ہو۔ کوئی تحریک مسلمانوں کو پراسرار کہانیاں سنا رہی ہے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے اندر خوش عقیدگی کا ذہن بنتا ہے۔ کوئی تحریک حکومت واقتدار کو نشانہ بنائے ہوئے ہے جس کے نتیجہ میں سیاسی ذہن پیدا ہوتا ہے۔ کوئی تحریک غیر مسلموں کے خلاف جہاد کا نعرہ لگا رہی ہے جس سے صرف نفرت کا ذہن بنتا ہے۔ کوئی تحریک ملی مسائل کا اشو اٹھائے ہوئے ہے جس سے صرف قومی ذہن بنتا ہے۔ کوئی تحریک فقہی مسلک پر زور دے رہی ہے جس کے نتیجہ میں صرف کٹرپن اور تفریق کا ذہن بنتا ہے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی ذہن حقیقی معنوں میں اسلامی ذہن نہیں۔

موجودہ مسلم تحریکوں میں مشترک طور پر یہ بات ہے کہ وہ اسلام کو اس طرح پیش کرتی ہیں جیسے کہ اس کا تعلق انسان کی حقیقی زندگی سے نہ ہو۔ ان کے مطابق، اسلام یا تو فخر کی چیز ہے یا برکت کی چیز یا شہادت کے نام پر لڑ کر مرجانے کی چیز۔ انسان کو روزمرہ کی زندگی میں جو عملی مسائل پیش آتے ہیں،

گویا کہ ان کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں، ان کے لئے اسلام میں کوئی رہنمائی نہیں۔

الرسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسلام کی اصل اسپرٹ کو زندہ کرنا چاہتا ہے، اور جن لوگوں کے اندر یہ اسپرٹ زندہ ہو جائے، ان کے لیے اسلام زندگی کا گائڈ بن جاتا ہے، ایک ایسا گائڈ جو زندگی کے ہر چھوٹے اور بڑے معاملہ میں اس کا قابل عمل رہنما ہو۔

اسلام اپنے ماننے والے انسان کے اندر اطمینان قلب کا جو مزاج پیدا کرتا ہے، اس کے دو خاص سبب ہیں جس کا میں یہاں ذکر کروں گا۔

ان کے اندر دو خاص صفتیں پائی جاتی ہیں۔ یہی دونوں صفتیں ان کے اندر وہ مزاج پیدا کر دیتی ہیں جن کا مذکورہ صاحب نے ذکر کیا۔ ایک یہ کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک اعلیٰ مشن دیتا ہے، دعوت کا مشن۔ یہ مشن ہر قسم کی مادی چیزوں سے بلند ہے۔ جو لوگ اسلام کو اپنی زندگی میں بطور مقصد شامل کر لیں ان کو اسلام ایک اعلیٰ مشن کا حامل بنا دیتا ہے۔ صاحب مشن ہونے کا یہ احساس آدمی کو اتنا زیادہ اونچا اٹھا دیتا ہے کہ ہر دوسری چیز اس کے لئے حقیر بن جاتی ہے۔ عام لوگ دولت، عزت، شہرت، عہدہ، وغیرہ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں مگر اسلامی مشن کے حامل ایک شخص کا احساس یہ ہو جاتا ہے کہ اس کو ان تمام چیزوں سے زیادہ بڑی چیز حاصل ہے۔ ان چیزوں کا ملنا یا نہ ملنا دونوں اس کی نظر میں برابر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے برعکس صاحب مشن ایسی چیز میں جیتا ہے جس میں نہ کھونے کا اندیشہ ہے اور نہ کم ہونے کا خوف۔ یہ احساس اس کو ابدی طور پر مطمئن بنا دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کو بطور مشن لے کر اٹھنے والے شخص کی زندگی فطری طور پر سادہ اور غیر متکلفانہ ہو جاتی ہے۔ ان کے اندر دنیا کے بارہ میں قناعت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حرص اور حسد کا جذبہ ان کے سینہ سے نکل جاتا ہے جو تمام بے چینیوں کا اصل سبب ہے۔ صاحب اسلام کا مسلک یہ بن جاتا ہے ـــــ اتنے کم پر راضی رہو کہ جو کچھ تم کو مل جائے وہی تم کو کافی معلوم ہو۔

یکم نومبر ۲۰۰۱   دعا گو   وحید الدین

ایک خط

برادر محترم عبدالسلام اکبانی صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ٹیلی فون پر آپ سے گفتگو کے بعد یہ خط لکھ رہا ہوں۔ آج رمضان ۱۴۲۲ھ کی ۲۵ تاریخ ہے۔ روزہ کے بارے میں ایک حدیث رسول میں یہ الفاظ آئے ہیں: **مَن لم یدَع قول الزور والعمل به، فلیس لله حاجة في أن یَدعَ طعَامَه وشرَابَه** (صحیح البخاری، کتاب الصوم)۔ یعنی جس آدمی نے روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا چھوڑ دے۔

اس حدیث میں قولِ زور (جھوٹ بولنا) تو بالکل واضح ہے۔ مگر عمل زور (جھوٹ پر عمل کرنا) کیا ہے، یہ حدیث کی شرحوں سے واضح نہیں ہوتا۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کی جدید تاریخ اس حدیث کی گویا ایک عملی تشریح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ پر عمل کرنا یہ ہے کہ آدمی کا عمل اپنی حقیقت کے اعتبار سے تو غیر حق پر ہو، مگر وہ جھوٹے الفاظ بول کر اس کو حق کا عمل ظاہر کرے۔

افغانستان میں ٹھیک ایسا ہی ہوا ہے۔ اور میرا ذاتی احساس یہ ہے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ عملِ زور کے اس معاملہ میں وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر شریک ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اکتوبر ۱۹۸۸ء میں افغانستان کا ایک سفر کیا تھا۔ اس کے بعد افغانستان کے بارہ میں میرے تین مضامین الرسالہ میں شائع ہوئے۔ اُن کے حوالے یہ ہیں — الرسالہ فروری ۱۹۸۹، مارچ ۱۹۸۹، اپریل ۱۹۹۵۔ اگر آپ ان مضامین کو پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ میں نے وہ باتیں اللہ کی توفیق سے پیشگی طور پر لکھ دی تھیں جواب بعد از خرابیٔ بسیار لوگوں کو معلوم ہوئی ہیں۔

یہاں میں افغانستان کی جدید تاریخ کی روشنی میں عملِ زور کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔ افغانستان کی طویل جنگ اپنی حقیقت کے اعتبار سے صرف ایک قبائلی جنگ تھی۔ مگر اس کو خلاف واقعہ طور پر مقدس جہاد کا نام دیا گیا۔ روسیوں کے خلاف افغانیوں کی کامیابی امریکہ کی مدد کے ذریعہ حاصل

ہوئی۔ مگر تمام دنیا کے مسلم پریس نے اس کو تنہا افغانی کارنامہ کے طور پر نمایاں کیا۔ روسیوں کی افغانستان سے واپسی کے بعد دو افغانی دھڑوں میں خونیں جنگ چھڑ گئی۔ یہ بلاشبہہ دونوں طرف سے مسلم کشی کا واقعہ تھا۔ مگر اس کو دشمن کے ایجنٹوں سے جنگ کا عنوان دیا گیا۔ طالبان مکمل طور پر پاکستان کی پیداوار تھے۔ مگر اُن کو صرف ایک افغانی معاملہ بتایا گیا جن کا پاکستان سے کوئی تعلق نہیں۔ دنیا کے تقریباً تمام مسلمان اس معاملہ میں براہِ راست یا بالواسطہ طور پر افغانیوں کے حامی بن گئے اور اس کو عالمی اسلامی اخوت کا نام دیا۔ حالاں کہ مسلمانوں کا یہ رویہ قومی حمیت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں عمارتی حملہ کا واقعہ ہوا۔ اس کے بعد افغانستان میں مقیم اسامہ بن لادن کو تمام دنیا کے مسلمانوں میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوگئی۔ مگر اس معاملہ میں قولِ زور اور عمل زور کی یہ انوکھی مثال سامنے آئی کہ ایک طرف تو ساری دنیا کے مسلمانوں نے ۱۱ ستمبر کے "کارنامہ" کی بنیاد پر اُسامہ بن لادن کو ہیرو بنالیا۔ مگر عین اسی وقت سارے مسلمان یہ کہتے رہے کہ اس واقعہ میں اُسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، اس لیے امریکہ کی موجودہ فوجی کارروائی کا کوئی جواز نہیں۔

اس سلسلہ میں ایک ذاتی تجربہ یہاں قابل ذکر ہے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کو جب میں نے ریڈیو پر سنا تو میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ اس انسانی المیہ پر میں کئی بار رویا۔ اس واقعہ کے صرف ایک ہفتہ بعد لندن میں ایک انٹرنیشنل کانفرنس ہوئی۔ یہاں ۱۸ ستمبر ۲۰۰۱ کو مجھے بولنے کا موقع ملا۔ میں نے اپنی تقریر میں جب ۱۱ ستمبر کے واقعہ کا ذکر کیا تو وہاں بھی درد و غم کے تحت میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری تقریر کے بعد کانفرنس کے صدر مسٹر آندرے بائیکوف نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسا مسلمان بھی ہے جو ۱۱ ستمبر کے واقعہ پر اتنا زیادہ غم زدہ ہے کہ اس کی یاد سے وہ روتا ہے۔

اس کانفرنس میں میرے سوا صرف ایک اور مسلمان تھے۔ مسٹر بائیکوف کی تقریر کے بعد انہوں نے بولتے ہوئے کہا کہ ۱۱ ستمبر کے واقعہ پر رونے والا صرف ایک مسلمان نہیں ہے بلکہ ساری مسلم دنیا اس پر رو رہی ہے۔ ان کے الفاظ یہ تھے:

The whole Muslim world is weeping and crying.

اجلاس کے خاتمہ کے بعد مذکورہ مسلمان سے میری ملاقات کھانے کی میز پر ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جس مسلم دنیا کا ذکر آپ نے کیا، میں بھی اسی مسلم دنیا میں رہتا ہوں۔ مگر میں نے تو ایسا کوئی مسلمان نہ دیکھا اور نہ سنا جو ۱۱ ستمبر کے واقعہ پر رویا ہو۔ وہ مسکرا کر بولے، امریکہ بڑا چودھری بنا تھا، اس کو تو سبق سکھانا ضروری تھا۔

یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ افغانستان کے معاملہ نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اکسپوز کر دیا ہے۔ عوام اور خواص دونوں اس معاملہ میں ایک جیسے ثابت ہوئے ہیں۔ جو لوگ بظاہر مختلف بات کہتے ہیں وہ بھی ٹوسٹ (twist) کر کے بولتے ہیں جس کو قرآن میں لَیّ لسان (النساء ۴۶) کہا گیا ہے۔ ان کا یہ انداز صاف بتا دیتا ہے کہ ان کے دل میں کچھ اور ہے اور اُن کی زبان پر کچھ اور۔

حافظ محمد اقبال صاحب فیروز آباد کے ایک تاجر ہیں۔ وہ اکثر سفر میں رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ملاقات میں کہا کہ میں نے اپنے تجربہ میں پایا کہ ۱۱ ستمبر کے بعد ہر جگہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں نے اسامہ بن لادن کو اپنا ہیرو بنا لیا۔ میں نے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری سمجھ کے مطابق، اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان عروج کو صرف اپنا حق سمجھتے ہیں، وہ کسی اور کو عروج کی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ موجودہ مسلمانوں کی یہی نفسیات ہے جس کی بنا پر اسامہ کو مسلمانوں کے درمیان ہیرو کا درجہ مل گیا، کیوں کہ ان کے خیال کے مطابق، اسامہ نے ۱۱ ستمبر کو کم از کم علامتی طور پر، امریکہ کی عظمت کو توڑ دیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تجزیہ بالکل درست ہے۔ مختلف اسباب سے موجودہ زمانہ کے مسلمان ایک عروج پسند قوم بن گئے ہیں۔ عروج پسندی بذات خود کوئی بری چیز نہیں، لیکن جب عروج کو صرف اپنا حق سمجھ لیا جائے تو اس سے دوسروں کے بارہ میں حسد اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ یہی موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کا کیس ہے۔ مگر جو عروج پسندی دوسروں کے خلاف نفرت اور حسد پیدا کرے، وہ انسان کو ذلت اور ناکامی کے سوا کہیں اور پہنچانے والی نہیں۔

۱۱ دسمبر ۲۰۰۱ء　　　　دعا گو　　　　وحید الدین

خبر نامہ اسلامی مرکز

۱ نئی دہلی کے انڈیا انٹرنیشنل سینٹر (اینکسی) میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک پروگرام ہوا۔ یہ لکچر سیریز کا ایک پروگرام تھا جو نگارا ٹرسٹ کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا۔ اس کے تحت ۱۹ مارچ ۲۰۰۱ کو ڈاکٹر جسونت سنگھ نیکی کا لکچر سکھ دھرم کے بارے میں تھا۔ اس کی دعوت پر صدر اسلامی مرکز نے صدر جلسہ کی حیثیت سے اس میں شرکت کی۔ آخر میں انھوں نے اسلام کی روحانیت اور آفاقیت کے پہلو پر ایک تقریر کی۔

۲ دوردرشن (دہلی) کی ٹیم نے ۲۲ مارچ ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا۔ اس کا تعلق اس مسئلہ سے تھا کہ ۵ مارچ ۲۰۰۱ کو دہلی میں قرآن جلایا گیا اور اس کے نتیجہ میں ۱۴ مارچ ۲۰۰۱ء کو کانپور میں فساد ہوا جس میں کافی جان و مال کا نقصان ہوا۔ جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ اس طرح کے معاملہ میں قرآن کا حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے خبر کی تحقیق کرو، تحقیق کے بغیر کوئی رائے قائم نہ کرو۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی مجرمانہ فعل ہو تو عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا کوئی حق نہیں۔ جرم کا فیصلہ صرف ملکی قانون کے تحت باضابطہ عدالت ہی میں کیا جا سکتا ہے۔ کسی کے دل کا مجروح ہونا اس کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ خود سے ایسی کارروائی شروع کر دے جس کے نتیجہ میں سماج تشدد کا شکار ہو جائے۔

۳ موجودہ زمانہ میں ساری دنیا میں انگریزی زبان کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ مسلمانوں کی نئی نسل بڑے پیمانہ پر انگریزی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ اس عمل کو روکا نہیں جا سکتا۔ اسلامی مرکز نے اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے انگریزی زبان میں لٹریچر تیار کیا ہے۔ یہ لٹریچر ہر اعتبار سے معیاری بنایا گیا ہے، تاکہ طلبہ اس کو شوق سے پڑھ سکیں۔ ان کتابوں کی فہرست بذریعہ ڈاک منگائی جا سکتی ہے۔

۴ دہلی اور میرٹھ کے درمیان ٹیلی فون کے ذریعہ خطاب کا ایک ہفتہ وار سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ میرٹھ میں حلقہ الرسالہ کے لوگ اپنے ہفتہ وار اجتماع میں اس کو سنتے ہیں۔ صدر اسلامی مرکز دہلی

سے ٹیلی فون پر خطاب کرتے ہیں اور میرٹھ میں لوگ ایک ٹیلی فون پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر اس کو سنتے ہیں۔ یہ ہفتہ وار پروگرام ۲ جولائی ۲۰۰۱ سے شروع کیا گیا ہے۔

۵ دین وشریعت کے نام سے ایک اہم کتاب تیار ہو کر چھپنے کے مرحلہ میں ہے۔ ۳۳۶ صفحہ کی اس کتاب میں دین کی تشریح وتعبیر سے لے کر جہاد واجتہاد تک کے تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ اسلام اور ملت اسلام کے موضوع پر انشاء اللہ یہ ایک مکمل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

۶ اپریل ۲۰۰۱ کے دوسرے ہفتہ میں صدر اسلامی مرکز نے حیدر آباد کا سفر کیا۔ وہاں ان کے کئی پروگرام ہوئے۔ مثلاً بارکس میں، زندہ طلسمات کے دفتر میں، وغیرہ۔ ان مقامات میں مردوں کے علاوہ مسلم خواتین بھی شریک ہوئیں۔

۷ صدر اسلامی مرکز نے ۱۹۔۲۹ اپریل ۲۰۰۱ کے درمیان حیدر آباد کا ۱۰ روزہ دورہ کیا۔ وہاں حیدر آباد میں مختلف دعوتی اور تربیتی پروگرام ہوئے۔ اسی دوران شادنگر کے مدرسہ کے ایک جلسہ میں شرکت کی اور اس سے مفصل خطاب کیا۔

۸ نئی دہلی کے انگریزی میگزین دی ویک (The Week) کے کرسپانڈنٹ مسٹر کرتکیہ شرما (Kartikeya Sharma) نے ۱۷ مئی ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ ان کے سوالات کا تعلق زیادہ تر دینی مدارس سے تھا۔ دینی مدارس کے بارے میں مختلف قسم کی غلط فہمیوں کی وضاحت کی گئی۔ اس بات کی سختی سے تردید کی گئی کہ یہ دینی مدارس جنگ جوئی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بتایا گیا کہ دینی مدارس کا موجودہ زمانہ کی متشددانہ تحریکوں سے کوئی تعلق نہیں۔ دینی مدارس میں تو قرآن وحدیث اور اس سے متعلق علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مدارس کا پورا نظام امن اور رواداری کے اصول پر چلایا جاتا ہے۔ انٹرویور کو کتاب ہندستانی مسلمان (انگریزی) مطالعہ کے لئے دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ دینی مدارس پر انگریزی میں ایک کتاب کی سخت ضرورت ہے۔

۹ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) کے نمائندہ مسٹر ودود ساجد نے ۱۹ مئی ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز

کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق دہشت گردی اور اسلام سے تھا۔ بتایا گیا کہ اسلام میں دہشت گردی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اسلام امن کا مذہب ہے، نہ کہ نفرت اور تشدد کا مذہب۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ کشمیر کے بارے میں ہندستانی مسلمانوں کی وہی پالیسی ہونی چاہئے جو حکومت ہند کی قومی پالیسی ہے۔ یہی اسلام کا تقاضا ہے۔

۱۰ یکم تا ۳ جون ۲۰۰۱ کو ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں ایک انٹرنیشنل کانفرنس ہوئی۔ اس کی دعوت پر صدر اسلامی مرکز نے اس میں شرکت کی اور فنڈ مظلوم کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس سفر کی روداد انشاء اللہ الرسالہ میں شائع کردی جائے گی۔

۱۱ زی ٹی وی (نئی دہلی) کی ٹیم نے ۲۱ جون ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر اس سے تھا کہ کمپیوٹر اور ویب سائٹ کا طریقہ مذہب کے لئے کتنا مفید ہے۔ جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ یقیناً مفید ہے۔ البتہ اس کی افادیت کا انحصار استعمال کرنے والوں پر ہے، نہ کہ ٹیکنیک پر۔

۱۲ ناگپور کے انگریزی روزنامہ ہت واد (The Hitvada) کے پرنسپل کرسپانڈنٹ مسٹر گنیش کناٹے (Ganesh Kanate) نے ۲۹ جون ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ یہ انٹرویو مذکورہ اخبار کے ۳۰ جون اور یکم جولائی ۲۰۰۱ کے شماروں میں صفحہ اول پر چھپا۔ دونوں قسطوں کی سرخی بالترتیب یہ تھی :

Military ruler is a blessing for Pak.
Quran needs no reforms, Muslims do.

۱۳ صدر اسلامی مرکز نے جون ۲۰۰۱ کے آخری ہفتہ میں ناگپور (مہاراشٹر) کا سفر کیا۔ وہاں ملاقاتوں کے علاوہ ۳۰ جون ۲۰۰۱ کو ایک بڑا جلسہ ہوا۔ اس جلسہ کا اہتمام انجمن حامیٔ اسلام کی طرف سے کیا گیا تھا۔ یہ جلسہ صرف صدر اسلامی مرکز کی تقریر کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ شہر کے تعلیم یافتہ مسلمان بڑی تعداد میں اس میں شریک ہوئے۔ ایک گھنٹہ کی اس تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندستان کے مسلمان اس ملک کے لئے سرمایہ (asset) ہیں، وہ اس ملک کے لئے بوجھ

(liability) نہیں ہیں۔ اس بات کو ایک گھنٹہ کی تقریر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ لوگ غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے۔ اس اجتماع کو واقعہ بنانے میں خاص طور پر جناب عبدالسلام اکبانی اور جسٹس ایم ایم قاضی صاحبان کا تعاون شامل تھا۔

۱۴ نئی دہلی کے روزنامہ راشٹریہ سہارا کے نمائندہ مسٹر ودود ساجد نے ۸ جولائی ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر ہند۔ پاک چوٹی کانفرنس (۱۵۔۱۶ جولائی ۲۰۰۱) سے تھا۔ جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ بین اقوامی نزاعات کا فیصلہ کبھی جنگ اور تشدد کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ جنگ صرف نقصان میں اضافہ کرتی ہے، وہ مسئلہ کو حل نہیں کرتی۔

۱۵ جولائی ۲۰۰۱ کے آخری ہفتہ میں سوئزرلینڈ میں ایک انٹرنیشنل کانفرنس ہوئی۔ اس کے دعوت نامہ پر صدر اسلامی مرکز نے سوئزرلینڈ کا سفر کیا اور کانفرنس میں شرکت کی۔ اس سفر کی روداد انشاءاللہ الرسالہ میں شائع کردی جائے گی۔

۱۶ ہندی ہفت روزہ پانچ جنیہ (نئی دہلی) کے نمائندہ نے ۲۴ جولائی ۲۰۰۱ کو ٹیلی فون پر صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر ہندستان، پاکستان اور کشمیر سے تھا۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ انڈیا کے مسلمان ہر اعتبار سے پاکستان کے مسلمانوں سے آگے ہیں۔ وہ ان سے زیادہ ترقی کر رہے ہیں۔

۱۷ ارنا کے نمائندہ نوید جمال نے ۸ اگست ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو ایران نیوز ایجنسی کے لئے ریکارڈ کیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر فلسطین میں عرب۔ اسرائیل مسئلہ سے تھا۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ مسلم قیادت یا عرب قیادت اس مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قیادت اپنے عدم اتحاد کی بنا پر اتنی کمزور ہوچکی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کوئی موثر رول ادا کرنے کے قابل ہی نہیں۔

۱۸ سہارا ٹی وی (نئی دہلی) کی ٹیم نے ۱۱ اگست ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر اس مسئلہ سے تھا کہ حج کے لئے گورنمنٹ کی سبسڈی جائز ہے یا نہیں۔

گورنمنٹ نے پہلے حج کے ٹکٹ پر سولہ ہزار کی سبسڈی دی تھی۔ اب اس کو گھٹا کر ۱۰ ہزار روپیہ کیا جارہا ہے۔ جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ اس کو سازش کہنا بے معنٰی بات ہے۔ جہاں تک اس کے جائز ہونے کا سوال ہے تو یقیناً وہ جائز ہے۔ مسلم ملکوں کی سیکولر حکومت کی سبسڈی اگر جائز ہے تو انڈیا کی حکومت کی سبسڈی بھی جائز ہوگی۔

۱۹ ماہنامہ راہ اسلام (نئی دہلی) کے نمائندہ مسٹر عالم نقوی نے ۱۸ اگست ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ہر قسم کے سوالات کے جواب دئے گئے۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ امام خمینی کا ایرانی انقلاب اول دن ہی ایک مکمل انقلاب نہ تھا بلکہ وہ ایک پراسس تھا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ اسلام نیوز میں آ گیا۔

۲۰ جین ٹی وی (نئی دہلی) نے ۲۹ اگست ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا ایک انٹرویو نشر کیا۔ سوالات کا تعلق ہندستان کے مدارس سے تھا۔ بتایا گیا کہ مدارس مذہب اور اخلاق کی تعلیم کے ادارے ہیں۔

۲۱ سہارا ٹی وی (نئی دہلی) کی ٹیم نے ۳۰ اگست ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر اس مسئلہ سے تھا کہ ملک میں ریلیجس انٹالرنس کیوں اتنا زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ ریلیجس انٹالرنس نہیں بلکہ وہ پولیٹکل انٹالرنس ہے۔ مذہب تو امن اور محبت اور انسانیت سکھاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ لوگ اپنے سیاسی مقاصد کے لئے کام کرتے ہیں اور مذہب کا نام لیتے ہیں۔

۲۲ اسپین کے شہر بارسلونا میں ۲۔۴ ستمبر ۲۰۰۱ کو ایک انٹرنیشنل کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے صدر اسلامی مرکز کو خصوصی طور پر بلایا گیا تھا۔ انہوں نے اپنا مقالہ Peace in the Middle East کے موضوع پر تیار کر لیا تھا مگر وہ کسی وجہ سے اس میں شرکت نہ کر سکے۔ البتہ مذکورہ مقالہ کانفرنس کے ذمہ داروں کو بھیج دیا گیا جو وہاں کے شرکاء میں تقسیم کیا گیا۔

۲۳ ۱۳ ستمبر ۲۰۰۱ کو دوردرشن نے صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر جہاد کے مسئلہ سے تھا۔ جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ جہاد کا مطلب لڑائی نہیں ہے۔ جہاد کا مطلب کوشش ہے۔ کسی بھی دینی مقصد کے لئے کوشش کرنا جہاد ہے۔ جہاں تک قتال کا تعلق ہے وہ صرف دفاع کے لئے ہے اور وہ حکومت کا فعل ہے۔ حکومت بھی صرف اعلان کے ساتھ کسی قوم سے جہاد کرسکتی ہے، بلا اعلان نہیں۔

۲۴ دوردرشن کی ٹیم نے ۲۸ ستمبر ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو ریکارڈ کیا جو اسی دن شام کو ٹی وی پر دکھایا گیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر ایس آئی ایم آئی پر پابندی لگانے کے بارہ میں تھا۔ ایک سوال یہ تھا کہ ان لوگوں کو عوام میں مقبولیت کیسے مل جاتی ہے جب کہ وہ انتہا پسندی کی باتیں کرتے ہیں۔ جواب میں کہا گیا کہ اس کا ذمہ دار میڈیا ہے۔ یہ لوگ بھڑکیلی باتیں کرتے ہیں اور میڈیا اپنے مخصوص مزاج کی بنا پر انہیں نمایاں کرتا ہے۔ وہ اگر تعمیری باتیں کریں تو میڈیا انہیں نمایاں نہیں کرے گا۔ یہی وہ چیز ہے جس نے ایسے لوگوں کو اخباری اہمیت دے دی۔ حالانکہ ان کا کوئی بھی حقیقی کردار ملک میں نہیں۔

۲۵ راشٹریہ سہارا (اردو) کے نمائندہ مسٹر ودود ساجد نے ۱۴ ستمبر ۲۰۰۱ کو ٹیلی فون پر صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ امریکہ اسلام دشمن ہے۔ آج بھی چھ ملین مسلمان آرام کے ساتھ امریکہ میں رہتے ہیں۔ وہاں بے شمار اسلامی ادارے قائم ہیں۔ وہاں بڑی بڑی اسلامی کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ اسلامی لٹریچر سب سے زیادہ امریکہ میں فروخت ہوتا ہے۔ وہاں لوگ مسلسل اسلام قبول کر رہے ہیں۔ وہاں اسلام کے سلسلہ میں کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔

۲۶ گلوبل پیس کے دعوت نامہ کے تحت برطانیہ کا سفر ہوا۔ ۱۶ ستمبر کو دہلی سے روانگی ہوئی اور ۲۶ ستمبر ۲۰۰۱ کو واپسی ہوئی۔ اس سفر میں لندن، برمنگھم، مانچسٹر میں مختلف پروگرام اور ملاقاتیں ہوئیں۔ الرسالہ میں اس سفرنامہ کی تفصیل انشاء اللہ شائع کردی جائے گی۔

۲۷ ۹؍اکتوبر کو سندیپ ڈگل نے آؤٹ لک انڈیا ڈاٹ کام (outlookindia.com) (ویب سائٹ) کے لئے صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق اسلام اور مسلمانوں کے بارہ میں تھا۔ ایک سوال یہ تھا کہ کیا اسلام وائلنس کی تعلیم دیتا ہے۔ بتایا گیا کہ ہرگز نہیں۔ موجودہ وائلنس کے ذمہ دار مسلمانوں کے نااہل لیڈر ہیں، نہ کہ اسلام۔

۲۸ ستاپا دیب (Sutapa Deb) نے این ڈی ٹی وی کے لئے ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر مدرسہ سے تھا۔ ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ مدرسہ کی تعلیم کا مقصد اصلاً مذہب اسلام کی تعلیم دینا ہے۔ مدرسہ میں جو ماحول ہوتا ہے وہ اخلاق، روحانیت اور انسانیت کا ماحول ہوتا ہے۔ بعض افراد ایسے ہو سکتے ہیں جو انفرادی ذوق کی بنا پر سیاسی سرگرمیاں رکھتے ہیں۔ مگر اصولی اعتبار سے مدرسہ ایک تعمیری ادارہ ہے، نہ کہ سیاسی ادارہ۔

۲۹ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ کو گورو دیویدی نے دوردرشن کے لئے ایک انٹرویو لیا۔ موضوع تھا 'مسلمان اور لبرلزم'۔ بتایا گیا کہ اسلام میں اعتدال پسندی ہے، موجودہ قسم کی لبرلزم نہیں۔

۳۰ ونیتا سنگھ نے دینک جاگرن کے ہفتہ وار میگزین اُدے (Uday) کے لئے ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ جہاد کا اعلان اسلام کی رو سے صرف حکومت کو ہے۔ عام لوگوں کو نہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اسلام اور مسلمان میں فرق کریں۔ مسلمانوں سے متعلق سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ ہندستان میں مسلمانوں کے لئے ترقی کے پورے مواقع موجود ہیں۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ ہوش مندی کے ساتھ اس کو استعمال کیا جائے۔ ہندستانی مسلمانوں کا اصل مسئلہ ان کے نااہل رہنما ہیں، نہ کہ ملکی حالات۔

۳۱ ۲۳ اکتوبر کو دوردرشن کے لئے صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو لیا گیا۔ ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ جہاد بمعنی قتال کا حق صرف حکومت کو ہے۔ مسجد کے امام کی حیثیت صرف نماز کے

امام کی ہوتی ہے، نہ کہ مسلمانوں کا امام۔ طالبان کی پالیسی سے اسلام کے بارے میں رائے نہیں قائم کی جاسکتی۔

۳۲ سرودھرم ایکتا مشن پانی پت کی طرف سے ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۱ کو کرنال میں ایک سیمنار ہوا۔ اس کا موضوع مذہبی ہم آہنگی تھا۔ اس کی دعوت پر صدر اسلامی مرکز نے اس میں شرکت کی اور اس موضوع پر ایک تقریر کی۔ آخر میں ٹی وی اور ہندی اور انگریزی اخبارات نے انٹرویو لئے۔

۳۳ الرسالہ اکیڈمی مدھیہ پردیش کی دعوت پر بھوپال کا سفر (۳۔۷ نومبر ۲۰۰۱) ہوا۔ اس موقع پر کئی پروگرام ہوئے۔ اس کا مختصر تذکرہ آئندہ سفرنامہ میں شائع کردیا جائے گا۔

۳۴ ۷ نومبر ۲۰۰۱ کی شام کو انڈیا ہیبیٹیٹ سینٹر (India Habitat Centre) میں ایک پینل ڈسکشن تھا جس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد شریک ہوئے۔ اس کا عنوان یہ تھا:

The Silent Majority in the Fight Against Terrorism.

صدر اسلامی مرکز نے اس کی دعوت پر اس میں شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے نام پر موجودہ زمانہ میں جو ملیٹنسی چلائی جارہی ہے اس کو گن اور بم کے ذریعہ ختم کرنا ممکن نہیں۔ یہ بم ورسز بم کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ وہ بم ورسز آئیڈیالوجی کا مسئلہ ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لئے ایک کاونٹر آئیڈیالوجی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہی کام کررہے ہیں۔ ہم اسلام کی صحیح تعبیر پیش کررہے ہیں جو امن اور انسانیت پر مبنی ہے۔

۳۵ ۱۲ نومبر ۲۰۰۱ کو جامعہ ہمدرد کے کنونشن سینٹر میں ایک پروگرام ہوا۔ اس میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس کی دعوت پر صدر اسلامی مرکز نے ایک تقریر کی جس کا عنوان تھا: اسلام میں جہاد کا تصور۔ ان کی مفصل تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ جہاد اصلاً پر امن جدوجہد کا نام ہے۔ توسیعی مفہوم میں کبھی اس کو قتال کے معنیٰ میں بول دیا جاتا ہے۔ مگر جنگ کے لئے اصل لفظ قتال ہے، نہ کہ جہاد۔ انہوں نے ایک بات یہ کہی کہ قرآن میں مکی دور میں یہ آیت اتری: وجاهدهم به جهاداً كبيراً۔ اس کے مطابق، پیغمبر اسلام نے مکہ کے تیرہ سالہ دور میں جو کچھ کیا وہ جہاد اکبر تھا، یعنی اخلاقی اصلاح اور دعوت۔ ان پر عمل کرنے

کے لئے اپنے آپ سے سخت مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔اسی لئے اس کو جہاد کبیر کہا گیا ہے۔

۳۶ آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی (ہندی سیکشن) نے ۱۵ نومبر ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کی ایک تقریر ریکارڈ کی۔یہ تقریر ۲۱ نومبر کی شام کو نشر کی گئی۔اس کا عنوان یہ تھا: بھارت کی سماجی تعمیر میں بھائی چارہ کی اہمیت۔

۳۷ وال اسٹریٹ جرنل کے کرسپانڈنٹ مسٹر جسے پسٹا(Jesse Pesta) نے ۱۰ اکتوبر کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔سوالات کا تعلق زیادہ تر اسلامی سیاست اور اسلامی جہاد سے تھا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کو بتایا گیا کہ اسلام میں سیاست کا اور جہاد کا تصور کیا ہے۔

۳۸ ہمدرد پبلک اسکول (نئی دہلی) کی دعوت پر صدر اسلامی مرکز نے ۲۴ نومبر ۲۰۰۱ء کو اس کے ایک پروگرام میں شرکت کی۔یہاں انہوں نے اسکول کے وسیع ہال میں طلبہ اور اساتذہ کے ایک اجتماع کو خطاب کیا۔اس کا عنوان تھا: اسلامک آؤٹ لُک۔تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلامک آؤٹ لک دوسرے لفظوں میں پازیٹیو آؤٹ لُک ہے۔یعنی ہر حال میں مثبت انداز میں سوچنا اور مثبت طریقہ اختیار کرنا،حتی کہ منفی حالات میں بھی۔یہی زندگی کا واحد کامیاب اصول ہے۔قرآن وسنت میں اسی طریقہ کو صبر کہا گیا ہے۔حضرت عمر فاروق نے فرمایا: وجدنا خير عيشنا في الصبر۔یعنی بہتر زندگی کا راز صبر ہے۔

۳۹ مسٹر انت ویفل،نئی دہلی کے فری لانس جرنلسٹ نے ہندی اخبار ہندستان،راشٹریہ سہارا، امراجالا کے لئے ۱۰ دسمبر ۲۰۰۱ کو صدر اسلامی مرکز کا انٹرویو لیا۔سوالات کا تعلق زیادہ تر روزہ سے تھا۔اس سلسلہ میں بتایا گیا کہ روزہ کا اصل مقصد سلف ڈسپلن کی تربیت ہے۔ان کا ایک سوال یہ تھا کہ آج کل افطار پارٹی کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ افطار پارٹی زیادہ تر لیڈر لوگ کرتے ہیں۔یہ افطار پارٹی دراصل سیاسی پارٹی ہوتی ہے۔اس طرح کی افطار پارٹی کے بارے میں شریعت کا مسئلہ کیا ہے۔جواب میں بتایا گیا کہ یہ کوئی جائز اور ناجائز کا مسئلہ نہیں۔یہ تو ایک موقع ہے۔روزہ افطار کے نام پر بہت سے لوگ اکٹھا ہوتے ہیں۔ضرورت

ہے کہ اس کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ دوسرے لوگ اگر اس کو سیاسی بنانا چاہتے ہیں تو ہم کو چاہئے کہ ہم اس کو دعوتی بنا دیں۔ اس اجتماع کو اسلام کے حق میں استعمال کریں اور اس طرح اس کو زیادہ سے زیادہ مفید بنائیں۔

ایک قاری الرسالہ کا خط

۴۰. قابلِ احترام جناب مولانا وحید الدین خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو

آپ نے میرے سوالات کا جواب نہیں دیا تھا۔ صرف آپ نے پوسٹ کارڈ کے ذریعہ یہ نصیحت کی کہ "میں مطالعہ کو بڑھاؤں"۔

آپ کی یہ نصیحت میرے لئے بہت کارگر ثابت ہوئی۔ میں نے از سرِ نو مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے بارے میں میرے تمام اشکالات ختم ہو گئے۔ اور اب میں آپ سے صد فی صد اتفاق رکھتا ہوں۔

میں نے ۳ مارچ ۲۰۰۰ء کو آپ کی کتاب "پیغمبر انقلاب" خریدی تھی۔ اپریل ۲۰۰۰ میں اس کا مطالعہ کیا۔ پھر مزید کتابیں منگا تا رہا اور پڑھتا رہا۔ اپنے سابقہ ذہن کے تحت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ بس ایک بات کو بار بار دہراتے ہیں جس کو ہماری زبان میں "گھسی پٹی باتیں" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ کے اوپر مجھے شبہہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خلاف ایک کتاب "وحید الدین خاں علماء اور دانشوروں کی نظر میں" (مرتب ڈاکٹر محسن عثمانی) پڑھی۔ تب آپ مجھے اور غلط نظر آنے لگے، جیسا کہ آپ کو میرے ماضی کے خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہوگا۔ اب آگے سنیے پھر کیا ہوا؟ وہی آپ کا جواب "اپنے مطالعہ کو بڑھائیں" دوبارہ موصول ہوا۔ میں شدید الجھن میں پھنس گیا اور سوچنے لگا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ مجھ کو ایک ہی جواب بار بار دے رہے ہیں۔

میں نے اب آپ کی باتوں کا پریکٹکل کر کے دیکھنا شروع کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں بہت بڑے گناہ میں مبتلا تھا۔ مثلاً میں نے علماء دین کی تقریریں سننا شروع کیں تو معلوم ہوا کہ وہ صرف نفرت

انسان کے علاوہ کچھ نہیں تھیں۔ مسلم اخبارات کے مطالعہ سے بھی ایسا ہی محسوس ہوا۔ پھر میں نے دیگر علماء دین کی تحریریں پڑھنا شروع کیں تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی تحریر میں مسئلہ مسائل کو ہی دین کہا گیا ہے، کسی کتاب میں یہود و نصاریٰ کو اسلام کا دشمن بتایا گیا ہے۔ غرض کہ دوسروں کی ہر تحریر ایسی ملی جس کو عام انسان پڑھ کر کچھ نہ پاسکے۔ یعنی موجودہ زمانے کا انسان۔ پھر میں نے آپ کی کتابوں اور دوسرے علماء کی کتابوں کا تقابل کر کے دیکھا۔ ہر پہلو سے مجھے آپ کی بات صدفی صد درست لگی۔

جہاں تک الرسالہ پڑھنے کا تعلق ہے تو مجھے کسی بھی آدمی نے الرسالہ پڑھنے کی ترغیب نہیں دی تھی۔ یہ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ کرم ہے کہ اس نے مجھے سچی باتوں سے آگاہ کیا۔ میں نے مزید یہ کیا کہ آپ کے بارے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) سے فتویٰ منگایا۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ الرسالہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے مختلف لوگوں سے مشورہ لینا شروع کیا۔ پہلی بار میں نے جولائی ۲۰۰۰ کا الرسالہ خریدا۔ پھر ۲۰۰۱ء میں ایجنٹ سے لینے لگا۔ اور اب میں الرسالہ کا سالانہ ممبر (U.S. 9837) بن گیا ہوں۔ چند ماہ بعد ایجنسی بھی لوں گا، انشاء اللہ۔

وقت کا پہیہ دھیرے دھیرے گھومتا رہا۔ اور مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ میں دعوت والا کام شروع کروں۔ اور اب میں اپنے دوستوں اور دیگر لوگوں میں الرسالہ اور آپ کی تصنیفات تقسیم کرنے لگا۔ بہت سارے دوست آپ کی تحریریں پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہیں، جس کا مجھے شدید افسوس ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں میں آپ سے مدد چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کچھ نصیحت ضرور کریں تاکہ میں یہ کام اچھی طرح انجام دے سکوں۔ میرا ایک دوست آپ سے ایک سوال کر رہا ہے" آپ اپنی روزانہ کی زندگی (daily life) کے بارے میں بتائیں کہ آپ صبح سے سونے تک کیا کیا کرتے ہیں؟ (گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں)

مجھے میرٹھ کے جناب محمد شہزاد علی خان صاحب نے خط کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ یکم اکتوبر ۲۰۰۱ کو وہ اور ان کے ساتھی محمد ساجد خان آپ سے ملے۔ گفتگو کے دوران میرا بھی تذکرہ ہوا جس سے آپ خوش ہوئے۔

میرے نام و پتہ کے ساتھ ''ایک ضروری اعلان'' کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل مضمون الرسالہ میں شائع کردیں۔

اسلام کی فطری دعوت اور اس کے ابدی پیغام کو جدید اسلوب میں سمجھنے کے لئے الرسالہ اپنی نوعیت کا واحد جریدہ ہے۔ ماہنامہ الرسالہ کا مطالعہ کیجئے۔ مونگیر (بہار) اور اس کے قریبی اضلاع کے حضرات جو مولانا وحیدالدین خاں صاحب کی تصنیفات اور الرسالہ (یہ تینوں زبانوں ہندی، اردو، اور انگلش میں شائع ہوتا ہے) کے حصول کے خواہش مند ہیں، وہ حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر مجھ سے رابطہ قائم کریں:

Shah Imran Hasan, S/O Shah Shabbir Hasan
Mohalla:Dilawarpur, Ward No. 20
Kali Tazia Road, Post+Dist: Munger (Bihar) Pin-811201

مذکورہ جملے یا آپ ایک چھوٹا سا مضمون اسی عنوان کے تحت الرسالہ کے ایک صفحہ پر شائع کردیں تاکہ میں اس کے شائع ہونے کے بعد اس کی فوٹو کاپیاں کرکے لوگوں میں آسانی سے پھیلا سکوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ میرے اس خط کا جواب جلد از جلد دیں گے اور پچھلے تمام خط مجھے واپس کردیں۔ میں نے آپ کے ساتھ بہت گستاخی کی ہے اس لئے بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ میں آپ کے جواب کا بے صبری سے انتظار کررہا ہوں۔ (شاہ عمران حسن، مونگیر، بہار)

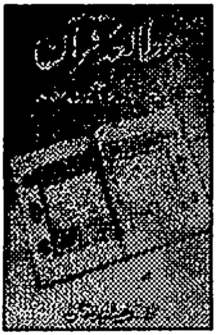

इस्लामी किताबें
उज्जवल भविष्य
इतिहास का सबक़
इंसान अपने आप को पहचान
समान नागरिक संहिता
सच्चाई की तलाश
आखरी सफर
पैग़म्बर-ए-इस्लाम के महान साथी
रास्ते बन्द नहीं
पैग़म्बरे इस्लाम
पवित्र जीवन
मौलाना वहीदुद्दीन ख़ान के कलम से (हिन्दी में)

دعوتِ اسلام

دین انسانیت
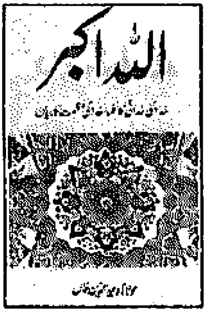
اللہ اکبر
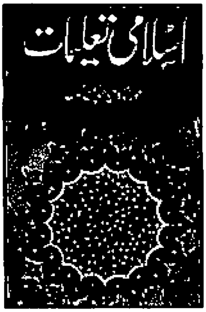
اسلامی تعلیمات
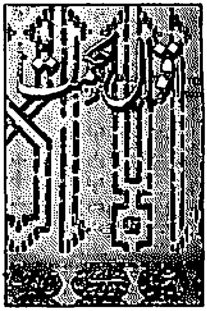

قال اللہ
وقال الرسول
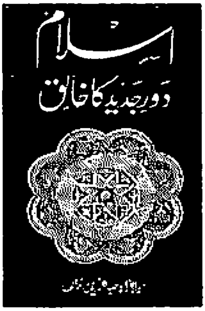
اسلام
دورِ جدید کا خالق
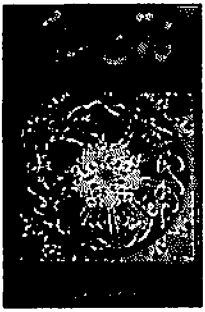

سبق آموز واقعات

مطالعۂ سیرت

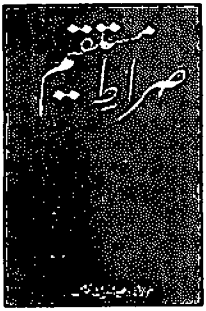
صراطِ مستقیم
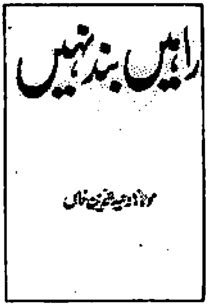
راہیں بند نہیں
مولانا وحید الدین خاں
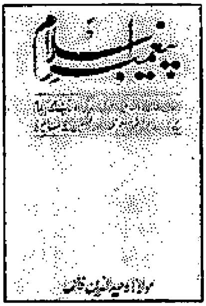
پیغمبرِ اسلام

مذہب اور جدید چیلنج

اسلامی زندگی
احادیث اور آثار کی روشنی میں

تعمیر انسانیت

دین کیا ہے

یکساں سول کوڈ

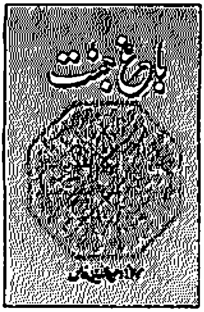
باغ جنت

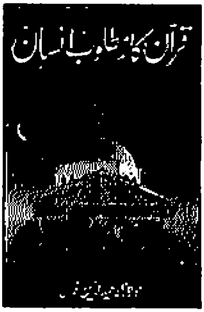
قرآن کا مطلوب انسان

تقریریں

زلزلہ قیامت

حقیقت کی تلاش

مضامین اسلام

اسلام دین فطرت

سفرنامہ اسپین و فلسطین

علماء
اور
دور جدید

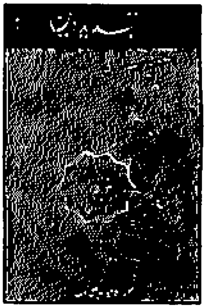

ڈائری

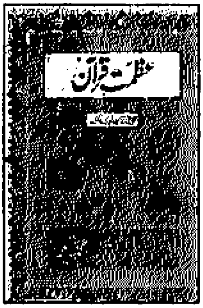
عظمت قرآن

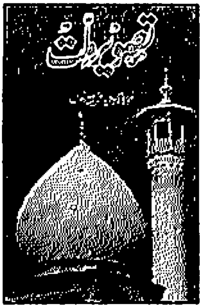
تصویر ملت

Islamic Books

Goodword BOOKS

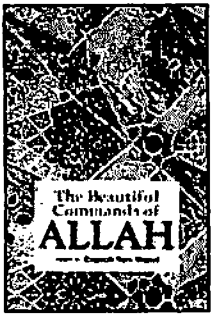

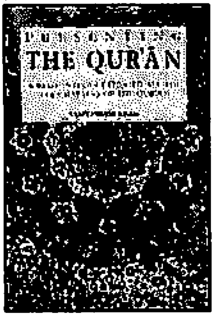

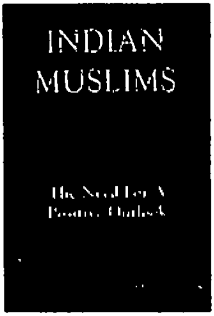

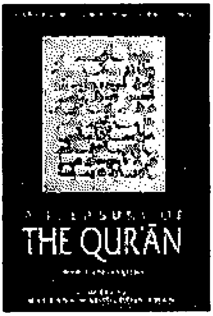

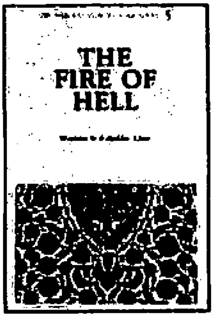

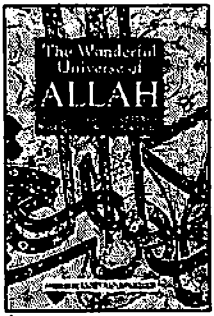

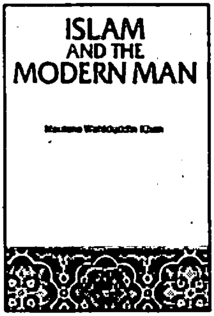

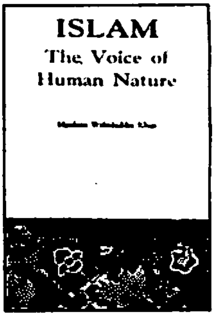

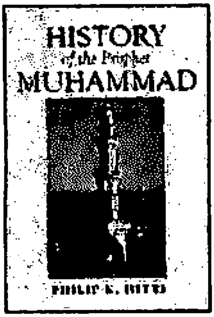

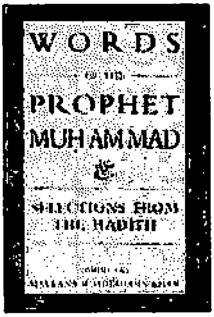

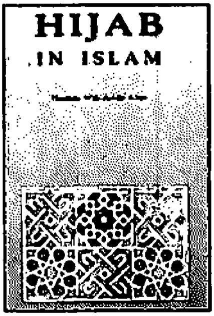

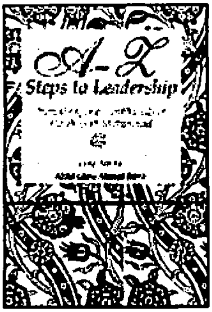

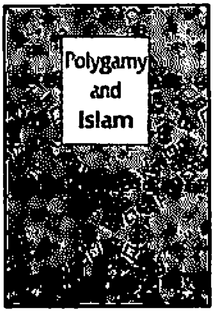

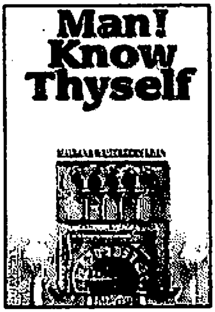

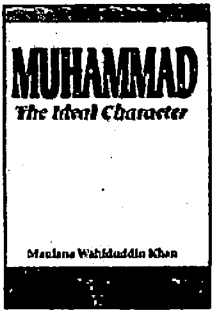

عصری اسلوب میں اسلامی لٹریچر، مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

تذکیر القرآن (مکمل)
مطالعۂ سیرت
اسباق تاریخ
تعمیر حیات
تعمیر انسانیت
سفرنامہ (غیر ملکی اسفار، جلد اول)
سفرنامہ غیر ملکی اسفار، جلد دوم
اسلام: ایک تعارف
اللہ اکبر
پیغمبر انقلاب
مذہب اور جدید چیلنج
عظمت قرآن
عظمت اسلام
عظمت صحابہ
دین کامل
الاسلام
ظہور اسلام
اسلامی زندگی
احیاء اسلام
راز حیات
صراط مستقیم
خاتون اسلام
سوشلزم اور اسلام
اسلام اور عصر حاضر
الربانیۃ
کاروان ملت
حقیقت حج
اسلامی تعلیمات
اسلام دور جدید کا خالق
حدیث رسول
راہ عمل
تعبیر کی غلطی
دین کی سیاسی تعبیر
عظمت مومن

اسلام: ایک عظیم جدوجہد
تاریخ دعوت حق
مطالعہ سیرت (کتابچہ)
ڈائری (جلد اول)
کتاب زندگی
اقوال حکمت
تعمیر کی طرف
تبلیغی تحریک
تجدید دین
عقلیات اسلام
قرآن کا مطلوب انسان
دین کیا ہے؟
اسلام دین فطرت
تعمیر ملت
تاریخ کا سبق
فسادات کا مسئلہ
انسان اپنے آپ کو پہچان
تعارف اسلام
اسلام پندرہویں صدی میں
راہیں بند نہیں
ایمانی طاقت
اتحاد ملت
سبق آموز واقعات
زلزلہ قیامت
حقیقت کی تلاش
پیغمبر اسلام
آخری سفر
اسلامی دعوت
حل یہاں ہے
امہات المومنین
تصویر ملت
دعوت اسلام
دعوت حق
نشری تقریریں

دین انسانیت
فکر اسلامی
شتم رسول کا مسئلہ
طلاق اسلام میں
مضامین اسلام
حیات طیبہ
باغ جنت
نار جہنم
سچا راستہ
دینی تعلیم
خلیج ڈائری
رہنمائے حیات
تعدد ازواج
ہندستانی مسلمان
روشن مستقبل
صوم رمضان
اسلام کا تعارف
علما اور دور جدید
سفرنامہ اسپین و فلسطین
مارکسزم: تاریخ جس کو رد کر چکی ہے
سوشلزم ایک غیر اسلامی نظریہ
یکساں سول کوڈ
اسلام کیا ہے؟
میوات کا سفر
قیادت نامہ
منزل کی طرف
اسفار ہند
ڈائری ۹۰-۱۹۸۹
قال اللہ و قال الرسول
ڈائری ۹۲-۱۹۹۱
مطالعۂ قرآن
مذہب اور سائنس

تذکیر القرآن

(مکمّل، نیا ایڈیشن)

قرآن کی بے شمار تفسیریں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں۔ مگر تذکیر القرآن اپنی نوعیت کی پہلی تفسیر ہے۔ تذکیر القرآن میں قرآن کے اساسی مضمون اور اس کے بنیادی مقصد کو مرکز توجہ بنایا گیا ہے۔ جزئی مسائل اور معلوماتی تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے اس میں قرآن کے اصل پیغام کو کھولا گیا ہے اور عصری اسلوب میں اس کے دعوتی اور تذکیری پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ تذکیر القرآن عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ وہ طالبینِ قرآن کے لیے فہمِ قرآن کی کنجی ہے۔

ہدیہ: ۴۰۰ روپیے
مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی

Goodword Books

Tell Me About the Prophet Muhammad (HB)
Tell Me About the Prophet Muhammad (PB)
Tell Me About the Prophet Musa (HB)
Tell Me About Hajj (HB)
Tell Me About Hajj (PB)
Tell Me About the Creation
Honeybees that Build Perfect Combs
The World of Our Little Friends, the Ants
Life Begins: Quran Stories for Little Hearts (PB)
The Ark of Nuh (HB)
The Ark of Nuh (PB)
The First Man (HB)
The First Man (PB)
The Two Brothers (HB)
The Two Brothers (PB)
The Brave Boy
The Queen and the Bird
Allah's Best Friend
Tale of A Fish (PB)
The Travels of the Prophet Ibrahim (PB)
The Origin of Life (Colouring Book)
The First Man on the Earth (Colouring Book)
The Two Sons of Adam (Colouring Book)
The Ark of Nuh and the Animals (Colouring Book)
The Brave Boy (Colouring Book)
Allah's Best Friend (Colouring Book)
The Travels of the Prophet Ibrahim (Colouring Book)
The Ark of Nuh and the Great Flood (Sticker Book)
The Story of the Prophet Nuh (HB)
The Story of the Prophet Nuh (PB)
The Blessings of Ramadan (PB)
The Story of Prophet Yusuf (PB)
The Holy Quran (PB)
The Holy Quran (HB)
Islam Rediscovered
A Dictionary of Muslim Names
The Most Beautiful Names of Allah (HB)
The Most Beautiful Names of Allah (PB)
The Pilgrimage to Makkah
Arabic-English Dictionary for Advanced Learners
The Spread of Islam in the World
A Handbook of Muslim Belief
The Muslims in Spain
The Moriscos of Spain
The Story of Islamic Spain (PB)
Spanish Islam (A History of the Muslims in Spain)
A Simple Guide to Muslim Prayer
A Simple Guide to Islam
A Simple Guide to Islam's Contribution to Science
Islamic Medicine
Islam and the Divine Comedy
The Travels of Ibn Jubayr
The Travels of Ibn Battuta
Humayun Nama
The Arabs in History
Decisive Moments in the History of Islam
My Discovery of Islam
Islam At the Crossroads
The Spread of Islam in France
The Islamic Art and Architecture
The Islamic Art of Persia
The Hadith for Beginners
How Greek Science Passed to Arabs
Islamic Thought and its Place in History
Muhammad: The Hero As Prophet
A History of Arabian Music
A History of Arabic Literature
The Qur'an for Astronomy
Islamic Economics
The Quran
Selections from the Noble Reading
The Koran
Heart of the Koran
Muhammad: A Mercy to All the Nations
The Sayings of Muhammad
The Beautiful Commands of Allah
Allah is Known Through Reason
The Miracle in the Ant
The Miracle in the Immune System
The Miracle in the Spider
Eternity Has Already Begun
Timelessness and the Reality of Fate
Ever Thought About the Truth?
Crude Understanding of Disbelief
Quick Grasp of Faith
Death Resurrection Hell
The Basic Concepts in the Quran
The Moral Values of the Quran
The Beautiful Promises of Allah
The Muslim Prayer Encyclopaedia
After Death, Life!
Living Islam: Treading the Path of Ideal
A Basic Dictionary of Islam
The Muslim Marriage Guide
GCSE Islam–The Do-It-Yourself Guide
A Treasury of the Quran
The Quran for All Humanity
The Quran: An Abiding Wonder
The Call of the Qur'an
Muhammad: A Prophet for All Humanity
Words of the Prophet Muhammad
An Islamic Treasury of Virtues
Islam and Peace
Introducing Islam
The Moral Vision
Principles of Islam
Indian Muslims
God Arises
Islam: The Voice of Human Nature
Islam: Creator of the Modern Age
Woman Between Islam and Western Society
Woman in Islamic Shari'ah
Islam As It Is
Religion and Science
Tabligh Movement
The Soul of the Quran
Presenting the Quran
The Wonderful Universe of Allah
The Life of the Prophet Muhammad
History of the Prophet Muhammad
A-Z Steps to Leadership
The Essential Arabic
One Religion
The Way to Find God
The Teachings of Islam
The Good Life
The Garden of Paradise
The Fire of Hell
Islam and the Modern Man
Uniform Civil Code
Man Know Thyself
Muhammad: The Ideal Character
Polygamy and Islam
Hijab in Islam
Concerning Divorce
Search for Truth
The Concept of God
The Creation Plan of God
The Man Islam Builds
Non-Violence and Islam
Islamic Fundamentalism
The Shariah and Its Application
Spirituality in Islam
Islamic Activism
Islam Stands the Test of History
The Revolutionary Role of Islam
Islam in History
Conversion: An Intellectual Transformation
A Case of Discovery
Manifesto of Peace

RNI 28822/76 • U(SE) 12/2002
Delhi Postal Regd. No. DL/11154/2002